مرتبہ: ڈاکٹر نثار احمد

مکتوبات بنام نظیر صدیقی

بعض شخصیات اپنی ذات میں انجمن بلکہ ادارے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ تنہا ایسے کام کر جاتی ہیں جو کئی ادارے مل کر بھی کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں۔ ملتان کی ایک ایسی شخصیت کا نام ''لطیف الزماں خاں'' ہے۔ غالب پر تحقیق اور ذخیرہ غالبیات و رشیدیات کا تذکرہ جہاں بھی آتا ہے لطیف الزماں کا نام وہاں موجود ہوتا ہے غالب شناسی اور رشید شناسی اُن کی پہچان ہے۔ دنیا میں غالبیات کا سب سے بڑا ذخیرہ کالی داس گپتا[۱] کے پاس ہے ان کے کتب خانے کو ذخیرۂ غالبیات کا دنیا کا سب سے بڑا کتب خانہ قرار دیا گیا ہے۔ اُن کے بعد دوسرا بڑا نام لطیف الزماں خاں کا ہے۔ لطیف الزماں خاں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان میں غالبیات کا سب سے بڑا ذخیرہ انھیں کے پاس ہے انھوں نے نہ صرف غالب شناسی کو آگے بڑھایا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ رشید احمد صدیقی کے حوالے سے بھی خاصا کام کیا اور اُن کے خطوط، خطبات اور مضامین کو کئی جلدوں میں یکجا کر دیا۔

لطیف الزماں کی دوسری حیثیت مکتوب نگار کی ہے اب تک ان کے نام آئے ہوئے مشاہیر کے ۱۴ ہزار خطوط یکجا ہو کر جھنڈیر لائبریری کی زینت بن چکے ہیں۔ ان کی تیسری حیثیت خاکہ نگار کی ہے۔ مشاہیر کے بارے میں ان کے خاکوں کی کتاب ''ان سے ملئے'' کے نام سے شائع ہوئی جب کہ ان کے لکھے خطوط ''انشائے لطیف'' کے نام سے چار جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔[۲]

نظیر صدیقی (اصل نام محمد نظیر صدیقی) ۷/ نومبر ۱۹۳۰ء کو موضع سرائے ساہو، ضلع چھپرا، بہار (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔[۳] ابتدائی تعلیم سرائے ساہو ہی میں ہوئی، میٹرک کا امتحان ۱۹۳۶ء میں پٹنہ یونیورسٹی سے اور انٹرمیڈیٹ کا امتحان ۱۹۴۸ء میں گورکھ پور میں الہ آباد بورڈ سے پاس کیا، بی اے اور ایم۔ اے کے امتحانات بالترتیب ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۳ء میں ڈھاکہ یونیورسٹی سے پاس کیے۔ ۱۹۷۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے (انگریزی) کی سند حاصل کی۔ ملازمت کا آغاز اسکول ٹیچر کی حیثیت سے کیا بعد ازاں پاک و ہند کے مختلف اداروں سے وابستہ رہے جن میں ڈھاکہ یونیورسٹی، اردو کالج کراچی اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد نمایاں ہیں ایک سال مہمان پروفیسر کی حیثیت سے پیکنگ یونیورسٹی میں کام کیا۔ یکم اکتوبر ۱۹۹۰ء کو ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد روزنامہ ''دی مسلم'' اسلام آباد میں ۵۰۰ روپے فی کالم کے حساب سے ہر ہفتے دو کالم لکھتے رہے، اردو کالج کراچی میں جز وقتی پروفیسر کی حیثیت سے ہفتے میں دو دن درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

نظیر صدیقی کی تصنیفات و تالیفات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

''تاثرات و تعصبات'' (تنقید)، ''میرے خیال میں'' (تنقید)، ''تفہیم و تعبیر'' (تنقید)، ''گزر گاہِ خیال'' (تنقید)

''اُردو کے مغربی دریچے'' (تنقید)، ''جدید اُردو غزل ایک مطالعہ'' (تنقید)، ''ڈاکٹر عندلیب شادانی'' (تنقید) ''شہرت کی خاطر'' (انشائیے)، ''جان پہچان'' (شخصی خاکے)، دوسفرنامے ''سویہ ہے زندگی'' (خودنوشت سوانح عمری)، ''حسرت اظہار (شاعری)، ''نقش ہائے رنگ رنگ'' رشید احمد صدیقی (تدوین)، شیرازۂ خیال، رشید احمد صدیقی (تدوین)، یگانہ چنگیزی، انتخاب کلام مع پیش لفظ (تدوین)، ''اعتراف'' ایک جاپانی ناول (ترجمہ)، ادبی جائزے (تنقید)، جاپانی ناول کے ترجمے پر انھیں ۵۰ ہزار روپے کا انعام بھی دیا گیا۔

انگریزی تصنیفات:

1- Reflection on life and Litrature.

2- Iqbal and Radha Karishnan.

3- Views and Reviews.

4- To Prof Nazeer Siddiqui.

5- Iqbal in his Varied Aspects.

6- Glimpses of East and West in Litrature.

7- Selected Columms on books in English and Urdu.[۴]

مشفق خواجہ اپنے ایک مکتوب بنام پروفیسر مختار الدین احمد میں نظیر صدیقی کی شخصیت کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''۱۱/اپریل ۲۰۰۳ء کو نظیر صدیقی صاحب کا انتقال ہوگیا ان کا آخری خط جو میرے نام آیا وہ ۸/مارچ کا مکتوبہ تھا اور جس میں صرف یہ لکھا تھا ''خواجہ صاحب میں بہت بیمار ہوں۔ معلوم نہیں صحت یاب ہوں گا یا سپردِ خاک ہوں گا۔''[۵]

اس کے بعد اُن کی طبیعت بگڑتی گئی اسپتال میں داخل کیا گیا مگر وہ اندر ہی اندر گھلتے چلے گئے یہ ایک بڑا سانحہ ہے اور اس سے بھی بڑا سانحہ اس دنیا سے ناخوش گئے خدا کرے اس ناآسودہ روح کو دوسری دنیا میں آسودگی نصیب ہو۔ آمین۔

لطیف الزماں خاں اور نظیر صدیقی کے درمیان جو خط کتابت رہی اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں کے محبوب مصنف رشید احمد صدیقی ہیں۔ زیر نظر خطوط میں زیادہ تر مواد کتابوں کی اشاعت، کتابت اور ترتیب سے متعلق ہے لیکن ان خطوط سے لطیف الزماں کے مزاج، علمیت، تحقیقی دائرہ کار اور ذاتی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ زیر نظر صفحات میں نظیر صدیقی کے نام لطیف الزماں کے پچیس (۲۵) خطوط پیش کیے جارہے ہیں۔ راقم الحروف کو ان خطوط کی عکسی نقول ڈاکٹر سیّد جاوید اقبال صاحب نے فراہم کیں۔ ان خطوط کی تعداد تو زیادہ تھی مگر کچھ خطوط ایسے ہیں جو صاف نہیں ہیں اور پڑھنے میں نہیں آتے۔ خطوط کا متن احتیاط کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ قابل توضیح مقامات پر حواشی تحریر کیے گئے ہیں اور طرز املا بھی وہی ہے جو ان خطوط میں پایا جاتا ہے۔

(۱)

۱۸/مارچ۱۹۷۵ء

محبِ مکرم   سلام مسنون

میں ۱۲/مارچ کو کراچی سے واپس آیا لیکن فوراً ہی آپ کو خط نہیں لکھ سکا۔ میں نے ۱۵/مارچ کو ایک مفصل خط لکھا تھا امید ہے وہ مل گیا ہوگا۔ آپ کے بیشتر استفسارات کا جواب میں لکھ چکا ہوں۔

جی ہاں ڈاکٹر احسان رشید صاحب[۱] سے نیاز حاصل ہوا اور ان کے اخلاق سے میں بے حد متاثر ہوا انھوں نے جو تحریریں دی ہیں ان کی فہرست آپ کو بھیج چکا ہوں۔ جمیل صاحب[۲] سے ملنا نہ ہوا۔ وہ اب مصروف انسان ہیں۔

''سرسید اور علی گڑھ'' کتابت ہو کر آ گیا یہ تقریباً ۳۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے ''کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟'' اور ''اکبر الہ آبادی'' دو مضامین کتابت کو دیے ہیں۔[۳] عمر خان صاحب (پبلشر) کل کراچی گئے ہیں انھیں یہ فکر ہے کہ مسعود اشعر کے افسانوں کا مجموعہ جلد از جلد نکلے۔

آپ کے تمام خطوط میں نے حفاظت سے رکھے ہیں سب کو دوبارہ پڑھوں گا اور جہاں جہاں جو فقرہ [فقرے] بڑھانے ہیں بڑھا دوں گا اطمینان رکھیے۔

پبلشر کو میں نے اس بات پر آمادہ تو کیا ہے کہ رشید احمد صدیقی صاحب پر آپ کی مرتبہ تمام کتابیں چھاپے اور ''نظیر صدیقی۔ ایک نظر میں''[۴] بھی چھاپے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ باقی تمام کتب کی طباعت کا مسئلہ اس وقت طے ہو سکے گا جب ''نقش ہائے رنگ رنگ''[۵] کو وہ فروخت کر لے گا۔

عدم[۶] کا مجموعہ اور ایک ناول کی بھی کتابت ہو رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ رقم وہ خرچ نہ کر سکتا ہو اور نہ کرے گا۔ میں کراچی میں بھی اس کا انتظام کر رہا ہوں کہ ''نقش ہائے رنگ رنگ'' کا کچھ حصہ وہاں نکل جائے۔ اگر یہ کتاب جون تک یا اس سے پہلے آ گئی تو کل تعداد فروخت ہو جائے گی۔ اس وقت میں مزید دو کتابوں کے لیے اسے آمادہ کر سکوں گا۔ اس وقت اس موضوع پر گفتگو کرنا کچھ مناسب نہیں ہاں یہ ضروری ہے کہ جو کتابیں زیر غور ہیں ان کی ڈمی تیار کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر احسان صاحب عنقریب علی گڑھ جانے والے ہیں واپسی پر یقیناً کچھ اور تحریریں بھی لائیں گے۔ میں انھیں خط لکھوں گا آپ بھی لکھیے۔

آپ کا لطیف الزماں

(۲)

۱۵/اپریل۱۹۷۵ء

ساڑھے دس بجے شب

محبِ مکرم   تسلیمات

۳/اپریل کو میں نے ایک رجسٹرڈ لفافہ آپ کو روانہ کیا تھا اس میں ''نقش ہائے رنگ رنگ'' کے کتابت شدہ اور اصل مضامین تھے۔ اب جس مضمون کی کتابت ہو رہی ہے وہ ''مقدمہ دیوان فانی ہے''۔[۷]

ازراہ کرم جلد خط لکھیے اگر کتابت شدہ مضامین کی تصحیح نہ ہو پائی ہو تو کوئی حرج نہیں کچھ وقت اور سہی لیکن فہرست مضامین ضرور بھیج دیجیے۔ کیوں کہ ''مقدمہ دیوان فانی'' کے بعد کون سا مضمون کتابت کے لیے دینا ہے مجھے یاد نہیں۔

دوم یہ کہ آپ کے بھیجے ہوئے مضامین میں دو ایسے ہیں جو ناشر کے کہنے کے مطابق مضامین رشید میں شامل ہیں ایک ''سرگزشت عہد گل'' ۸، دوسرے کا عنوان مجھے یاد نہیں۔ ناشر کا کہنا ہے کہ یہ کتاب میں شامل نہ کیجیے۔

کل ڈاکٹر احسان رشید صاحب کا خط آیا ہے وہ مئی کے اوائل میں علی گڑھ جائیں گے۔ آپ کو وہ اپنی مصروفیت کی وجہ سے خط نہیں لکھ سکے میں انھیں جواب لکھوں گا۔ اور یہ استدعا کروں گا کہ وہاں سے رشید صاحب کی اور تحریریں لیتے آئیں اور ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب سے مضامین ضرور حاصل کر لیں امید تو ہے کہ مئی کے آخر تک ''نقش ہائے رنگ رنگ'' آ جائے تو پھر دوسری کتاب کا ڈول ڈالیں۔

ڈپٹی سکریٹری نذیر احمد صاحب ۹ نے دو رسالے اور ایک کتاب ایک صاحب کے ہاتھ بھیجے وہ آج مل گئے۔ سویرا شمارہ نمبر ۲، سویرا شمارہ نمبر (۱۰۔۱۱) ۱۹۵۱ء کا بہترین ادب، نذیر صاحب کو میں نے تیسرا خط لکھا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھیں میرے خطوط نہیں ملتے۔ یا پتہ بدل گیا ہے۔ غرض کہیں کچھ گڑ بڑ ہے ورنہ جواب ضرور آتا۔

یہاں رات کو اب بھی خنکی ہوتی ہے کمرہ میں سوتے ہیں۔ حیرت ہے ایسا کبھی نہیں ہوا۔ یہاں تو مارچ کے آخر میں صحن میں سوتے ہیں مگر اس مرتبہ اللہ کا کرم ہے۔ بھابھی کو آداب۔ بچوں کو دعا

آپ کا

لطیف الزماں خاں

(۳)

۱۹/اپریل ۱۹۷۵ء

محبّ مکرم تسلیمات

کل عالم انتظار میں آپ کا کرم نامہ مل گیا۔ یہ اچھا ہوا کہ آپ لاہور اور لائل پور ؛ معہ اہل وعیال کے گھوم آئے۔ کام کرتے کرتے انسان تھک جاتا ہے۔ سفر میں چونکہ انسان نہ وقت پر کھا سکتا ہے نہ وقت پر سو سکتا ہے اور جگہ جگہ کا پانی پیتا ہے اس لیے اکثر معدہ خراب ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر نہیں رہتی۔ امید ہے آپ اور آپ کے بچے اب ٹھیک ہو چکے ہوں گے۔

مسعود اشعر صاحب ۱۱ کی زبانی آپ کا سلام پہنچا تھا مگر ان کی تقریب تو غالباً ۲۵/مارچ کو تھی۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ طفیل صاحب ۱۲ سے ملاقات کی۔ سیاسی طور پر اگر کہا جائے تو یوں ہوا کہ اب آپ نے گیند طفیل صاحب کے کورٹ میں پھینک دی۔ مجھے یقین ہے اس مختصر ملاقات کے مثبت نتائج نکلیں گے۔ طفیل بڑے دل کا انسان ہے۔ آپ یقین کیجیے میرا تجربہ یہی ہے۔

احسان صاحب کا خط مجھے ملا تھا اس میں انھوں نے یہ اطلاع دی تھی کہ آپ کو خط لکھ رہے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ وہ نہایت عدیم الفرصت ہیں شاید اب وہ آپ کو لکھیں۔ مئی کے اوائل میں وہ علی گڑھ جا رہے ہیں۔

مجھے خوشی ہوئی کہ آپ کو کتابت پسند آئی۔ میری رائے آپ سے مختلف ہے لیکن ضروری نہیں کہ آپ اس سے اتفاق کریں۔ قصہ یہ ہے کہ کتاب میں اگر نئے مضامین کا اضافہ کیا گیا تو اس کی ضخامت بڑھ جائے گی۔ اور ساتھ ہی قیمت بڑھ

جائے گی اور پھر اس کی فروخت کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ جون میں اسکولوں اور کالجوں کی لائبریریوں کے لیے کتابیں خریدی جاتی ہیں لیکن اگر کسی کتاب کی قیمت ۲۰ روپے زائد ہو تو خصوصی اجازت لینی پڑتی ہے اور وہ اجازت اول تو ملتی نہیں اور اگر مل بھی جائے تو اس وقت جب خرید کرنے کا وقت نکل چکا ہوتا ہے۔ پبلشر یہ چاہتا ہے کہ اس کی رقم آئندہ سال تک Block نہ ہو جائے۔

جو کتاب کی شکل اس وقت ہے میرے ناقص اندازے کے مطابق ڈھائی سو صفحات ہو جائیں گے اور قیمت بھی بیس روپے سے کم نہ ہوگی کہ طباعت اور کاغذ کی گرانی میں ہر لحہ اضافہ ہو رہا ہے۔

میرے پاس نقوش دسمبر ۷۰ء موجود ہے۔ خطبہ بھی اس میں موجود ہے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب ۱۳؎ والا مضمون بھی ہے اور یہ مضمون بہت طویل ہے۔ اب آپ یہ فیصلہ کر لیجیے کہ کس تحریر کو کم کیا جائے اور کس کو شامل کر لیا جائے۔ ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ اگر فیصلہ میں دیر ہوئی تو پھر کتاب جون تک نہیں چھپ سکے گی اور اگر خدانخواستہ ایسا نہ ہو سکا تو پبلشر کو دوسری کتاب چھاپنے پر آمادہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس کے باوجود میں یہ عرض کرتا چلوں کہ آپ کی رائے کو مقدم سمجھتا ہوں۔ آپ جو بھی حکم دیں گے تعمیل اسی طرح ہوگی۔

میں بہت جلد وہ تمام تحریریں جو ڈاکٹر احسان رشید صاحب نے دی ہیں آپ کو کسی کے ہمراہ بھیج دوں گا۔ میں ڈاک سے اس لیے نہیں بھیجتا کہ گم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ڈاکٹر معین الرحمٰن ۱۴؎ نے میری دو کتابیں غالب ۱۵؎ اپریل ۱۹۷۰ء میں بھیجی تھیں رجسٹرڈ پوسٹ سے آج تک کتابیں نہیں پہنچیں ہیں۔ وہ کتابیں تو شاید کسی وقت ہندوستان سے آ ہی جائیں گے لیکن یہ مضامین اگر گم ہو گئے تو ہرگز ہرگز آپ کو نہ ملیں گے۔

کتاب کی تصحیح مکمل طور پر کیجیے۔ اس کی دو وجوہ ہیں ایک تو یہ کہ کتاب رشید صاحب کے مضامین پر مبنی ہے دوسرے آپ نے مرتب کی ہیں اگر اغلاط رہ گئیں تو اچھی بات نہ ہوگی۔

مجھے افسوس ہے اور ندامت بھی کہ آپ نے جو ہدایات بھیجی تھیں ان پر عمل نہیں ہو سکا۔ اس لیے اب یہ اور بھی ضروری ہوا کہ تمام کتاب کی کتابت کی تصحیح آپ فرمائیں گے بلکہ طباعت کے سلسلہ میں جو ہدایات آپ دینا چاہتے ہیں وہ براہ راست پبلشر کو لکھ دیجیے۔ پبلشر مجھ سے آپ کا پتہ لے گیا تھا شاید خط لکھا ہو۔ پتہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

عمر خان صاحب پروپرائٹر کاروان بک سینٹر۔ شاپنگ سینٹر ملتان چھاؤنی

''نقوش'' کے ''آپ بیتی نمبر'' میں جو مضمون ہے اسے بھی شامل کر لیجیے۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ سوال وہی ہے کہ ان تین چار اضافوں کے بعد اس کی ضخامت کیا ہوگی؟ اس کی قیمت کیا ہوگی اور پبلشر پھر عذاب میں مبتلا تو نہ ہو جائے گا کہ آئندہ ہماری کسی کتاب کو چھاپنے سے توبہ کر لے۔

جو مضامین رہ جائیں گے اسے جلد دوم میں بھی تو پیش کیا جا سکتا ہے بہرکیف اب آپ اور عمر خاں صاحب براہ راست اس معاملے کو طے فرمائیے۔ میں تو اس مضمون کو اس کے سپرد کر دوں گا۔ جس کا آپ حکم دیں گے میں نے پچھلے خط میں درخواست کی تھی کہ فہرست جلد بھیجئے کہ مجھے یاد نہیں ہے فانی کے بعد کس مضمون کی کتابت ہونی ہے۔

آپ کا

لطیف الزماں خاں

جمعہ یکم جولائی ۱۹۸۳ء

برادرم نظیر صاحب

کل سہ پہر آپ کا ۲۷ رجون کا خط ملا۔ بھائی اس کتاب کی طباعت کے سلسلے میں جو کچھ پیش آیا۔ مجھے اس کا علم ہے۔ اب اس کو دُہرانے سے کیا فائدہ۔ میں خود بھی یہ محسوس کر رہا تھا کہ کتاب کی طباعت اچھی نہیں ہوئی۔ بس اتنا ہی ہوا ہے کہ چھپ گئی ہے۔ ورنہ نہ اس کی کتابت اچھی نہ طباعت۔ کتابت کی اغلاط بہت رہ گئی ہیں۔

میں آپ کا خط ملتے ہی عمر خاں صاحب سے ملنے گیا۔ میں نے چھپائی اور کاغذ کے اچھے نہ ہونے کا شکوہ کیا۔ انھوں نے ایک جلد اٹھا کر مجھے دکھائی۔ میں دیکھ کر بڑا حیران ہوا۔ اصل میں ہوا یہ کہ لاہور میں کاغذ والے سے یہ کہہ کر چلے آئے کہ فلاں پریس کو اتنا کاغذ بھیج دو۔ گو وہ بہترین کوالٹی کا تو نہ تھا پھر بھی بہت اچھا تھا۔ کاغذ والے نے یہ کیا کہ کچھ کاغذ نیا اور کچھ پرانا بلکہ گھٹیا کوالٹی کا ملا کر پریس کو بھیج دیا۔ آپ کو جو کتابیں پہنچی ہیں ان سب میں کاغذ بے حد Inferior ہے اور جو کتاب میں لایا ہوں وہ سب سے خراب جلد ہے۔ اب عمر خاں کی دکان پر کتابیں جو رکھی ہوئی ہیں ان میں سے بعض کے نصف صفحات کا کاغذ نسبتاً بہتر ہے۔ غرض تیتر بٹیر ہے۔

بات تو آپ کی درست ہے کہ لاہور اور کراچی سے جو کتابیں تیس پینتیس روپے کی چھپتی ہیں ان کا کاغذ اور ٹائٹل نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات میں نے ان سے نہیں کہی ممکن ہے ان کا جواب ہوتا کہ پھر لاہور کراچی سے کتابیں چھپوا لیجیے۔

میں جانتا تھا کہ عمر خاں تبصرہ کے نام سے چڑتے ہیں پھر بھی میں نے ذکر نکالا تو انھوں نے فوراً کہا کہ دو دو جلدیں بھیجنے کے باوجود کوئی ڈھنگ کا تبصرہ نہیں کرتا۔ چھوڑیے اس قصّے کو۔

آج کل لوگ دیوانہ وار عید کارڈ خرید رہے ہیں۔ عمر خاں کو بات کرنے کی فرصت نہیں۔ تفصیل سے بات نہ ہو سکی۔ بس اتنا معلوم ہو سکا کہ کتاب نہ تو ان پتوں پر بھیجی گئی ہے جو آپ نے لکھے تھے اور نہ ہی شہزاد منظر صاحب [۱۶] کو۔ میں آپ کو لکھ چکا ہوں پانچ یا دس کتابوں پر چالیس فی صد رعایت پبلشر نہیں دیتا۔ تعداد بیس یا پچیس ہونی چاہیے۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ بعد عید کتابیں روانہ کر دی جائیں۔

کلیم الدین صاحب [۱۷] اور قرۃ العین حیدر [۱۸] یا جن حضرات کو آپ کتابیں بھیجنا چاہتے ہیں ان کا پتہ لکھ بھیجئے۔ اداروں میں غالب انسٹی ٹیوٹ دلّی کا اضافہ کر لیجیے۔

حق تصنیف کے طور پر آپ کو کتنی جلدیں ملنی چاہیے تھیں یہ بات تحریری تو نہیں ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ دس جلدوں سے زیادہ نہیں دینا چاہیے۔ تاہم میں کوششیں جاری رکھوں گا کہ کچھ جلدیں وہ آپ کو اور بھیج دیں۔ ابھی میں نے ان سے یہ نہیں معلوم کیا کہ وہ آپ کو نصف قیمت پر کتابیں فراہم کر دیں گے یا نہیں۔ کراچی کا ناشر یہ رعایت دیتا ہو گا مگر ہر پبلشر کے اپنے اصول ہیں۔ ابھی نہیں لیکن وہ چار ماہ بعد جب کتاب کا کچھ حصہ فروخت ہو جائے گا تو میں آپ کو ایک ہزار روپے بھجوانے کی کوشش کروں گا۔ ہاں اس رقم میں سے آپ کتنی کتابیں خریدنا چاہیں زیادہ سے زیادہ رعایت کے ساتھ بھجوا دوں گا۔

عمر خاں نے کتابوں کی جو فہرست شائع کی ہیں اس میں شیرازۂ خیال [۱۹] کا نام سہواً رہ گیا جس کا انھیں خود بھی افسوس ہے اور جس صفحہ پر آپ کی تمام کتابوں کے نام ہیں وہاں زیر طبع اس لیے چھپا کہ آپ نے کتابت ہی ایسی کرائی تھی۔

نقش ہائے رنگ رنگ کی کوئی جلد اب عمر خاں کے پاس نہیں ہے۔ ممکن ہے لاہور میں کسی کے پاس ہو۔

آپ ایک کرم یہ کیجیے کہ کسی طرح یہ معلوم کیجیے کہ اترولی ضلع علی گڑھ کا ویزا مل سکے گا یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر علی گڑھ سے نزدیک ترین وہ کون سا شہر یا قصبہ ہے جہاں کا ویزا مل سکے گا۔ مثلاً کان پور کا، وہاں میری خالہ زاد بہن ہے۔ وہاں پہنچ کر بیمار ماموں صاحب کو اپنے پہنچنے کی اطلاع دوں گا اور وہ ملنے آ جائیں گے۔ کیسی کیسی مجبوری ہے سیاسی مصلحتوں پر لعنت ہے کہ یہاں جانے کا ارادہ کروں تو مجرم خیال کیے جاتے ہیں اور وہاں جائیں تو کوئی اپنے خون سے ملنے تک نہیں دیتا۔ اور جاسوس سمجھا جاتا ہے ایسی کم ظرفی اور کمینگی توبہ توبہ۔

میں شاید تین چار دن میں لاہور جاؤں۔ N.O.C ملے تو گاڑی آگے بڑھے۔

آپ کا مخلص

لطیف الزماں خاں

(۵)

۱۱رجولائی ۱۹۸۳ء

برادرم نظیر صاحب، سلام مسنون

میں جمعہ ۸ جولائی کو لاہور گیا دوسرے دن بہ ہزار خرابی این او سی حاصل کیا اور شام کو روانہ ہو کر ہفتہ ۹ رجولائی واپس آیا تو آپ کا خط ملا۔ پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ آپ ہرگز ہرگز کسی قسم کا رسک نہ لیں ویزا بہ آسانی مل گیا تو چلا جاؤں گا ورنہ کوئی بات نہیں۔

اترولی کا پولیس اسٹیشن اترولی میں ہے۔ علی گڑھ تو وہاں سے گیارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ مشورہ درست ہے کہ میں کسی اور شہر کے لیے مثلاً کان پور کے لیے ویزا لوں لیکن ذرا غور فرمایئے ایک بیمار شخص جس کے نرینہ اولاد نہیں اور کوئی شخص اردگرد نہیں اس سے میں یہ کہوں کہ مجھ سے ملنے کان پور تشریف لایئے---- کتنی عجیب بات ہے۔

ایک پریشانی یہ ہے کہ میں نے اپنے محکمہ کو جو فارم بھر کر دیا ہے اس میں انھی مقامات کا نام لکھ کر دیا ہے جہاں میں واقعی جانا چاہتا ہوں۔ اب اگر میں اترولی کی بجائے کان پور جاؤں اور کوئی میرا ہمدرد مخبری کر دے تو میں مارا گیا۔ میں کسے سمجھانے جاؤں گا کہ میں کس مجبوری کے تحت دوسرے شہر جانے کی درخواست کی۔ بھائی لعنت ہے سرکاری ملازمت پر اور لعنت ہے ان لوگوں پر جو دل پر زخم لگاتے ہیں اور مرہم نہیں رکھنا چاہتے۔ جو انسانی ہمدردی سے عاری ہیں۔

میں نے کل پاسپورٹ حاصل کر لیا۔ ویزا فارم پُر کر لیے۔ میرے ایک شاگرد بشارت احمد خاں ساجد اورینٹل کالج لاہور کے شعبہ اردو میں فائنل ایئر کے طالب علم ہیں۔ انھوں نے دو خطوط دیے ہیں یہ میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔ اگر ان دونوں حضرات میں سے کوئی ویزا کے حصول میں مدد دے سکے تو بہتر ورنہ آپ اسپیچ رائڈر کے ذریعے بھیج دیجیے گا اور اگر کوئی حرج نہ ہو تو ان افسر صاحب کو جنھوں نے بتلایا کہ فلاں صاحب کا تبادلہ ہو گیا ہے، لکھ بھیجیے اور صحیح صورت حال بتلا دیجیے۔ اگر بات ان کی سمجھ میں آ جائے تو ٹھیک ورنہ ان سے کیا شکایت ہو سکتی ہے۔ میں احتیاطاً ویزا فارم میں کان پور کا نام بھی لکھ دوں گا اور یہ نوٹ دے دوں گا کہ اگر اترولی کا ویزا نہ ملتا ہے تو کان پور کا دے دیں ورنہ میں وہاں نہیں جانا چاہتا۔

میں کل شام عمر خاں صاحب سے ملا۔ آپ کا خط جس میں آپ نے تبصرہ کے لیے کتابوں کا ذکر کیا ہے انھیں مل چکا ہے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ وہ تبصرہ کے سرے سے قائل نہیں ہیں۔ میں یہ کہہ کر پانچ جلدیں "تفہیم وتعبیر" ۲۰ کی اٹھا لایا ہوں کہ اگر وہ تبصرہ کے لیے کتابیں نہیں دے سکے تو میں قیمت ادا کر دوں گا۔ اب یہ پانچ جلدیں آپ کو بھیج رہا ہوں جسے چاہے بھیجئے۔

وہ آپ کو چالیس فی صد رعایت پر کتابیں دینے پر آمادہ ہیں۔ بار بار پوچھتے تھے کس مقصد کے لیے چاہییں۔ میں نے کہا احباب کو تقسیم کرنا چاہتے ہوں گے۔ ان کے ذہن میں یہ خیال ہے کہ اگر کتاب فروخت کے لیے ہے تو پھر وہ نہ دیں گے۔ میں نے انھیں یقین دلایا ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

عید کے بعد آپ کی یونیورسٹی کے ڈپٹی لائبریرین کے نام "تفہیم وتعبیر" کی چھ جلدیں روانہ کر دی جائیں گی۔ رعایت پندرہ فی صد اور بل کی تین نقول ہمراہ ہوں گی۔ آپ نے جو پتے لکھے تھے انھیں بھی اور شہزاد صاحب کو بھی کتابیں عید کے بعد ہی جائیں گی۔

ڈاکٹر محمد حسن صاحب ۲۱ کا خط آیا ہے وہ ۱۵؍جولائی کو کراچی سے روانہ ہو کر ۱۶ کو لاہور پہنچ جائیں گے یہ نہیں لکھا کہ لاہور میں کب تک قیام کریں گے۔ ظاہر ہے انھیں کتاب نہیں ملے گی۔

آپ نے قرۃ العین حیدر اور ڈاکٹر کلیم الدین احمد صاحب کے پتے نہیں لکھے۔

کالج ۴ ستمبر کو کھل جائے گا۔ میں اگست کے آخری ہفتہ میں واپس آ جانا چاہتا ہوں۔ خدا کرے ویز ۲۵؍جولائی سے پہلے مل جائے۔

آپ کا مخلص
لطیف الزماں خاں

(۶)

سہ شنبہ ۱۹؍جولائی ۱۹۸۳ء

برادرم نظیر صاحب۔ السلام علیکم

کیا عرض کروں کہ اس نامہذب شہر کی جو بات ہے وہ الٹی اب یہی دیکھئے کہ ڈاک سہ پہر چار بجے کے بعد ملتی ہے۔ اگر فوراً جواب لکھ بھی دیا جائے تو وہ دوسرے دن کی ڈاک سے روانہ ہوگا۔ کل شام کو آپ کا ۱۶؍جولائی کا رجسٹرڈ خط ملا۔ تفہیم وتعبیر پر دونوں کالم پڑھے۔ مشفق خواجہ صاحب ۲۲ سے پوچھیے کہ "شیرازۂ خیال" کی ایک جلد میں نے انھیں بھیج دی تھی اس پر تبصرہ کیوں نہیں لکھا گیا۔ ڈاکٹر فرمان ۲۳ نے ہزار یاددہانیوں کے بعد رشید صاحب کی کتاب پر تبصرہ لکھا لیکن بالکل پھس پھسا یوں تو وہ طویل مضامین اور ضخیم کتابیں لکھتے ہیں لیکن "شیرازۂ خیال" پر انھوں نے جو تبصرہ لکھا وہ مجھے پسند نہیں آیا۔ آپ انھیں "تفہیم و تعبیر" ضرور بھیجئے شاید اس کتاب پر وہ بہتر تبصرہ لکھیں۔

میں نے ۱۱ جولائی کو رجسٹرڈ بک پوسٹ کے ذریعے آپ کو پانچ جلدیں "تفہیم وتعبیر" کی بھیجی تھیں۔ یہ پیکٹ آپ کو مل گیا ہوگا۔ میں آپ کو پہلے بھی کئی بار لکھ چکا ہوں کہ عمر خان قطعاً تبصرہ کو پسند نہیں کرتے انھیں اس بات کا یقین ہے کہ تبصرہ سے کتاب کی فروخت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس موضوع پر جو کچھ انھوں نے کہا تھا اگر وہ میں آپ کو لکھ دوں تو آپ کے دل کو تکلیف پہنچے گی اور میں آپ کا دل نہیں دکھا سکتا۔

اگر انھوں نے کتابوں کی قیمت طلب کی تو میں ادا کر دوں گا۔ تبصرہ کے لیے کتابوں کے لیے اب میں ان سے کبھی ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا۔

کل بعد مغرب میں عمر خاں کی دکان پر گیا۔ ان کی طبیعت خراب ہے وہ نہیں آئے تھے دونوں تبصرے ان کے چھوٹے بیٹے کو دے آیا ہوں کہ وہ اپنے والد صاحب کو پڑھنے کو دے دیں۔ اغلاط نامہ سب سے پہلے تو اپنی کتاب کو درست کیا۔ پھر تبصروں کے ساتھ دے آیا۔ میں اپنے دو تین شاگردوں کو بھیج دوں گا وہ ہر روز دو تین گھنٹے بیٹھ کر اغلاط درست کر دیں گے۔ کتابت شدہ مسودہ تو بہت دن آپ کے پاس رہا کاش آپ نے اس پر پہلے ہی نگاہ ڈال لی ہوتی۔ خیر۔

یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ بیٹی ۲۴ رخشندہ نے میٹرک اول درجہ میں پاس کیا۔ میری طرف سے دلی مبارک باد۔ اس سے پوچھیے کہ وہ کیا تحفہ لینا پسند کرے گی۔ عجیب اتفاق ہے میری سب سے پہلی بچی کا نام بھی رخشندہ تھا۔ رخشندہ ناہید۔ ۲۵

جب کبھی آپ مکان کے بارے میں لکھتے ہیں مجھے یہ پریشانی ہوتی ہے کہ آپ ریٹائرمنٹ کے بعد کہاں رہیں گے۔ خدا کرے آپ کو کوئی مکان مل جائے۔ ایک صاحب بتا رہے تھے کہ اسلام آباد اور راول پنڈی میں مکان کرایہ پر نہیں ملتا۔ امریکیوں نے ہر خالی مکان کو کرایہ پر لے لیا ہے ظاہر ہے کہ جو کرایہ امریکی دے سکتا ہے آپ نہیں دے سکتے۔ خدا بھی امریکیوں ہی کے ساتھ ہے آپ کے ساتھ نہیں ہے۔

خرچ نہیں اخراجات اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ جینا دوبھر ہو گیا ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اس لیے صبر کیجیے، صبر کھایئے، صبر پیجیے، صبر پہنیے، صبر اوڑھیے کیا وہاں کوئی امریکی سینٹر نہیں ہے امریکہ کے گن گایئے ان کی کتابیں ترجمہ کیجیے مکان بھی ملے گا ڈالر بھی ہر چیز جو آپ پسند کریں گے۔ بس تھوڑا سا پتہ مارنے کی ضرورت ہے۔ باقی چیزیں خود مر جائیں گی۔ ریڈیو اور ٹی وی کا دروازہ نہیں کھلتا نہ کھلے امریکی دروازہ کھلے آمین ثم آمین۔

میں نے ۱۱ جولائی کو جو پیکٹ بھیجا تھا اس میں پاسپورٹ اور چار ویزا فارم بھی بھیجے تھے۔ تین کی ضرورت ہو گی ایک مجھے واپس بھیج دیجیے گا آپ نے دیکھا ہو گا کہ میں نے فارم کے نیچے لکھ دیا ہے کہ اگر اترولی کا ویزا نہیں دیا جاتا تو کان پور چلا جاؤں گا اگر اترولی کا ویزا ملتا ہے تو میں کان پور نہیں جانا چاہتا۔

سیکریٹری تعلیم نے اب تک اجازت نامہ نہیں بھیجا۔ عید کے بعد متعلقہ ایس او صاحب نے چار یوم کی چھٹی لے لی۔ روز لاہور ٹیلی فون کرتا ہوں کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ اگر ویزا مل گیا اور سیکریٹری صاحب نے اجازت دے دی تو جاؤں گا ورنہ صبر کروں گا کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

آپ نے میرے کئی مرتبہ لکھنے کے باوجود قرۃ العین حیدر اور کلیم الدین احمد کا پتہ نہیں لکھا۔ اگر مجھے واقعی ہندوستان جانا پڑا تو کتابیں لیتا جاؤں گا۔

ایک بار پھر آپ کو گرانی میں اضافہ کی مبارک باد پیش کرتا ہوں

آپ کا

لطیف الزماں خاں

۱۴۹۔ بی گل گشت حالی روڈ ملتان۔

جمعہ ۲۲/جولائی ۱۹۸۳ء

برادرم نظیر صاحب، السلام علیکم

کل سہ پہر کو آپ کا ۱۹/جولائی کا خط ملا۔ شکر گزار ہوں کہ آپ نے پاسپورٹ اور فارم متعلقہ صاحب کو بھیج دیئے۔ چودھری صاحب کو دو تین باتیں وضاحت سے آپ لکھ دیتے تو اچھا تھا۔ مثلاً فارم میں پوچھا گیا ہے کہ اس موجودہ پاسپورٹ کے علاوہ کوئی اور پاسپورٹ تھا تو اس کا نمبر کیا تھا۔ میں نے اس خانہ میں لکھا ہے کہ اسے پاسپورٹ آفس ملتان کے سپرد ۱۹۷۸ء میں کر دیا تھا جب نیا پاسپورٹ حاصل کیا تھا۔ یہ بھی پوچھا گیا تھا کہ اس سے قبل ہندوستان کے لیے ویزا ملا تھا تو اس کا نمبر اور کیٹیگری کیا تھی ۔ میں نے لکھا ہے کہ والد صاحب کے انتقال پر ۱۹۶۷ء میں اتر ولی گیا تھا لیکن ویزا نمبر اور کیٹگیری وغیرہ یاد نہیں۔ تیسرے یہ کہ جانے کا جو سبب لکھا گیا ہے اس کے لیے ڈوکیومینٹری اوی ڈینس پیش کی جائے۔ میں نے لکھا ہے کہ ماموں جان کی علالت کا اصل خط میں نے محکمہ تعلیم کے پاس اس درخواست کے ساتھ بھیجا ہے جس پر مجھے ہندوستان جانے کی اجازت ملے گی۔

ان میں سے کوئی بات غلط نہیں ہے۔ اگر چودھری صاحب کو آپ بھی یہ باتیں وضاحت سے لکھ دیتے تو اچھا تھا۔ امید تو یہی ہے کہ صاف گوئی انھیں ناگوار نہ ہوگی۔ میرا خط ملنے تک ویزا کے ملنے نہ ملنے کا فیصلہ ہو چکا ہوگا۔

۱۸/جون سے فائل سکریٹری تعلیم کی میز پر ہے اب تک کوئی اطلاع نہیں ہے اگر ویزا مل گیا تو پھر دوبارہ لاہور جاؤں گا اگر اجازت نامہ مل گیا تو چلا جاؤں گا ورنہ صبر کروں گا اور لاہور سے لوٹ آؤں گا۔

جو ویزا فارم آپ نے رکھ لیا اسے واپس کر دیجیے گا تا کہ ریکارڈ رکھ لوں۔ شاید پھر کبھی جانا ہو تو ہر بات بتا سکوں۔ میں پرسوں بھی عمر خاں سے ملنے گیا اور کل آپ کے خط ملنے کے بعد بھی۔ ان سے ملاقات نہیں ہو سکی بس اتنا معلوم ہوا کہ آپ کی یونیورسٹی کو کتابیں بھیج دی گئی ہیں اور ایک کتاب شہزاد منظر صاحب کو بھیجی گئی ہے جو میں نے انھیں نذر کی تھی حالانکہ طے یہ پایا تھا کہ انھیں پچیس کتابیں بھیجی جائیں گی۔

شاید ہر پبلشر کی ذہنیت ایک ہی جیسی ہوتی ہے شہزاد منظر صاحب جب ملازمت سے الگ ہوئے تو میں نے ۸۷۵ روپے اپنی گرہ سے بھیج دیئے تھے صرف یہ سوچ کر کہ پریشانی میں کچھ انھیں سکون ملے۔ یہ بات عمر صاحب کے علم میں ہے۔

ڈاکٹر محمد حسن صاحب کو تین ہزار روپے کی ضرورت تھی۔ انھوں نے تین کتابوں کے مسودے بھی بھیج دیے عمر صاحب سے یہ بات طے پائی تھی کہ جب مسودے مل جائیں گے وہ روپے ادا کر دیں گے۔ مگر ہوا یہ کہ انھوں نے وعدہ کرنے کے باوجود سردست ایک ہزار روپیہ دیا۔ میرے مزاج میں خرابی یہ ہے کہ وعدہ خلافی کسی قیمت پر نہ ہونی چاہیے۔ چنانچہ قرض لیا اور تین ہزار روپے ڈاکٹر محمد حسن صاحب کو بھیج دیے۔

میں نے عمر صاحب سے کہا تھا کہ شہزاد صاحب کو پچیس کتابیں بھیج دی جائیں ان کی فروخت سے جو روپیہ وصول ہو اس میں سے ۵۰۰ روپے جو شہزاد صاحب کو ادا کرنے ہیں وہ وضع کر لیں انھوں نے یہ بات مان لی لیکن پرسوں معلوم ہوا کہ انھیں صرف ایک کتاب بھیجی گئی ہے۔ کل پھر رقعہ لکھ کر چھوڑ آیا ہوں۔ دیکھیے کیا ہو۔

کتاب پر تبصرہ کے بارے میں ان کے خیالات میں نہیں لکھ سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ ان کے اس رویے سے آپ کو

تکلیف پہنچی ہوگی۔مگر بھائی میرے میں کیا کروں پانچ جلدیں آپ کو مل چکی ہیں اور کہیے تو مزید خرید کر بھیج دوں گا۔مگر عمر صاحب سے تبصرہ کے بارے میں ایک لفظ نہیں کہوں گا۔

دو صورتیں ہیں جو آپ پسند کریں۔دو چار ماہ بعد میں انھیں مجبور کر دوں گا کہ آپ کو ایک ہزار روپیہ دے دیں۔اگر آپ پسند کریں تو چالیس فی صد رعایت پر آپ پانچ سو کی کتابیں لے لیجیے یا دوسری صورت یہ کہ آپ تبصرہ کے لیے ہندوستان بھیجنے کے لیے دوستوں میں تقسیم کے لیے جتنی کتابیں درکار ہوں لکھئے میں خرید کر بھیج دوں گا۔

آپ نے ہندوستان کے جن حضرات اور اداروں کے نام لکھے ہیں وہ میں نے ڈائری میں نوٹ کر لئے ہیں اگر گیا تو کتابیں لیتا جاؤں گا اور اولین فرصت میں سپرد ڈاک کروں گا۔

ڈاکٹر محمد حسن صاحب ۱۹/جولائی کو دلی واپس چلے گئے ان کا خط آ گیا۔انھوں نے یہ کرم کیا کہ میری درخواست پر رشید صاحب کے تمام خطوط کی فوٹو اسٹیٹ بھیج دیے۔مگر چھ طویل خط ایسے ہیں جو صاف نہیں ہیں اور پڑھے نہیں جاتے ان کی نقول حاصل کروں گا۔

کئی اور حضرات نے وعدے کرر کھے مگر وعدہ کے تو معنی یہ ہوئے کہ جو ایفا نہ ہو۔تاہم کوشش جاری رکھوں گا۔

آپ نے غالب اکیڈمی دلّی کا نام فہرست میں شامل نہیں کیا علی گڑھ میں اسلوب احمد صاحب انصاری کو کتاب ضرور جانی چاہیے۔نقد و نظر میں تبصرہ لازمی ہو جاتا۔انصاری کو بقول رشید حسن خاں ''اُردو لکھنا آتی ہے'' میرے خیال میں وہ لاجواب تبصرہ لکھتے ہیں رشید حسن خاں کو بھی کتاب جاتی تو اچھا تھا۔

آپ کا مخلص

لطیف الزماں خاں

۱۴۹۔بی گل گشت، ملتان۔

(۸)

ہفتہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۱ء

نظیر صاحب!

آپ کا ۳/اکتوبر کا خط آج سہ پہر مل گیا۔آپ ذہنی انتشار میں مبتلا ہیں اور مجھے تنہائی نے ڈس لیا ہے۔اللہ تعالی آپ کو صحت دے اور سلامت رکھے ابھی بہت سی ذمہ داریاں آپ کو پوری کرنی ہیں لیکن میں اب جینا نہیں چاہتا۔دعا کیجئے کہ اللہ چلتے ہاتھ پاؤں اٹھالے۔

آپ کی علالت سے پریشان ہوتا ہوں افسوس ہے کہ میں عملاً کچھ کرنے کے قابل نہیں ہوں۔حرف دعا ہے جو ہر وقت ہے۔

میں تو کہیں جاتا ہی نہیں مجھے نہیں معلوم کہ عمر خاں حج کر کے واپس آئے یا نہیں۔وہ ہر کام اپنی مرضی سے کرتے ہیں جب ان کا جی چاہے گا آپ کی کتاب چھاپیں گے۔

صابر صاحب نے اگر یہ کتاب چھپوادی ہے تو ان کا کرم۔سرورق بھی آخر میں چھپ جائے گا اور جلد بندی بھی ہو ہی جائے گی۔اپریل تک کتاب ضرور آ جائے گی۔

مولانا ابوالکلام مرحوم پر آپ کا مضمون میں نہیں پڑھ سکا خدا جانے کہاں چھپا۔ رشید صاحب کا آخری خطبہ عزیزان علی گڑھ جولائی ۱۹۹۰ء میں شائع کرایا تھا میری ذاتی کاپی محترم سردار جعفری صاحب ۲۶ لے گئے۔ وہ یہاں ۱۵ رمئی کو مشاعرہ میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ کتاب شاید لاہور یا کراچی میں مل سکے۔ تلاش کراؤں گا مل گئی تو بھیج دوں گا۔

فصیح احمد صدیقی صاحب ۲۷ سال میں ایک دو خط لکھتے ہیں وہ تسلسل سے خط نہیں لکھتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں بہن اختر جمال ۲۸ کو خط نہیں لکھ سکا سمجھ میں نہیں آیا کیا لکھوں۔

آپ کا

لطیف الزماں خاں

(۹)

ہفتہ ۲۶ را کتوبر ۱۹۹۱ء

مکرمی نظیر صاحب!

بچے لوٹ آئے آپ نے انھیں کھانے پر یاد کیا اس کے لئے شکر گزار ہوں بچی کو لاہور سیکریٹریٹ سے حکم نامہ پہنچا کہ پنڈی جا کر ڈی ایچ او سے ملو۔ وہاں پہنچی تو حکم ملا کہ ڈیرہ غازی خاں جاؤ وہاں گئی تو کہا کہ گھر جاؤ۔ میڈیکل کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد یہ سلوک ہو رہا ہے۔

صابر کلوری صاحب ۲۹ کا خط آیا تھا کہ آپ کی کتاب کی جلد بندی نومبر میں ہو گی یہ بھی لکھا کہ کاروان ادب سے اس کی فروخت کی بات کروں۔ عمر خاں صاحب تو لاہور میں رہتے ہیں یہاں کا کاروبار بچوں نے سنبھال رکھا ہے وہ کب آتے ہیں اور کتنے دن قیام کرتے ہیں نہیں معلوم ہو سکتا۔

ہر پبلشر چاہتا ہے کہ اس کی کتاب فروخت ہو اور عمر خاں صاحب بھی پبلشر ہی ہیں؟ ملاقات ہو گی تو درخواست کروں گا، آپ براہ راست انھیں لکھئے۔

ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے کتاب مفت ملے۔ صابر صاحب نے بھی بین السطور خطبات رشید احمد صدیقی کے بارے میں لکھا، میرے پاس تو صرف ایک نسخہ ہے کسے کسے بھیجوں۔ انھیں لکھ دیجئے کہ یہ کتاب جس کی قیمت تین سو روپے ہے مکتبہ دانیال کراچی نے شائع کی ہے لاہور کے ہر بڑے کتب فروش سے مل سکتی ہے ان کے شناسا لاہور میں کم نہیں ہیں کسی سے منگوالیں۔

بچوں کو دعائیں

مخلص

لطیف الزماں خاں

(۱۰)

چہارشنبہ ۶ راپریل ۱۹۹۴ء

برادرم نظیر صاحب، سلام مسنون۔

آپ کا ۳ راپریل کا کرم نامہ غیر متوقع طور پر ۵ کی سہ پہر کو مل گیا ''ذاکر صاحب'' ۳۰ پر آپ کا پیش لفظ میں نے پڑھ لیا۔ آپ مجھے معاف فرمائیں آپ کی مرتبہ کتاب نامکمل ہے۔

ذاکر صاحب کے عنوان سے ''رشید صاحب'' نے ایک نہیں دو مضمون لکھے تھے، گنج ہائے گرانمایہ ۳۱ حصہ دوم میں ''یاد یار مہرباں آید ہمی'' شامل کر چکا ہوں حیات ذاکر حسین کا پیش لفظ بھی میرے پاس ہے۔

''ذاکر صاحب'' کے جن دو ایڈیشنز کا آپ نے ذکر کیا ہے ان میں کتابت کی اغلاط تو نہیں ہیں لیکن افسوس کہ وہ مضامین مکمل شائع نہیں ہوئے ہیں اور آپ نے انہی کو شامل کر لیا ہے۔ ظاہر ہے مجھے آپ کے مرتبہ مسودہ سے کوئی تحریر نہیں چاہئے۔

رشید صاحب پر آپ کا بہترین مضمون ''تاثرات و تعصبات'' ۳۲ میں شائع ہوا آپ نے جو پیش لفظ بھیجا ہے اس میں وہ دم خم نہیں جو اس مضمون میں ہے۔ آپ نے لکھا ہے ''آخری حصہ میں صابر صاحب کا نام کاٹ کر اپنا نام لکھیں'' میں ایسا نہیں کر سکتا۔ آپ نے دیباچہ میں لکھا ہے ''صابر کلوری'' کی ادبی دیوانگی اور رشید پرستی ناممکن کو ممکن بنانے کا تہیہ کر چکی ہے۔'' یہ بات صحیح ہو یا نہیں، میں اسے غلط سمجھتا ہوں۔ ۲۲ / مارچ کو کرم نامے میں آپ نے لکھا ہے کہ ''رسائل آپ کے پاس بھی نہیں ہیں لیکن آپ کی دیوانگی فرہاد کی طرح جوئے شیر نکالنے میں سرگرداں ہے۔''

ایک ہی لفظ صابر صاحب کو اور میرے لئے۔ بھائی نظیر صاحب مجھے تنہا چھوڑ دیجئے میں علماء کی قطار میں نہیں کھڑا ہونا چاہتا۔ صابر صاحب نے تو خطبات رشید احمد صدیقی کا اعلان کیا اور اشتہار دیا تھا اگر میں مسودہ ان کے سپرد کر دیتا تو کتاب تو کیا چھپتی مسودہ کو روتا۔

''عزیزان علی گڑھ'' کا مسودہ فصیح احمد صدیقی نے دیا تھا۔ میں نے کتاب پر پہلے ان کا نام لکھا۔ خطبات رشید احمد صدیقی اور گنج ہائے گراں مایہ حصہ دوم کے تمام مضامین م۔ ندیم ۳۳ نے فراہم کیے ان پر انہی کا نام ہے اور میں نے لکھا ہے کہ اصل مرتب وہی ہیں صرف خطوط رشید احمد صدیقی پر میرا نام ہے اس لیے کہ وہ خطوط میں نے جمع کیے تھے۔ آئندہ تمام کتب پر مہر الہی صاحب ۳۴ کا نام ہوگا اور انہی کی اجازت بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ حکم سے میرا نام بعد میں آئے گا۔ میں ان کی اجازت کے بغیر نہ آپ کا پیش لفظ شامل کر سکتا ہوں نہ آپ کا نام کتاب پر دے سکتا ہوں۔

آپ نے شخصیت نگاری کو رشید صاحب کا اصل کارنامہ کہا ہے میری رائے یہ ہے کہ ان کا اصل کارنامہ ان کے خطبات ہیں۔ ضروری نہیں کہ میری بات کو آپ اہمیت دیں۔ لیکن میں یہی سمجھتا ہوں۔

ویلکم سے کیا بات کروں ہر ناشر مزاجاً ایک ہی جیسا ہوتا ہے۔ اطمینان رکھئے زندہ رہا تو رشید صاحب کا ہر لفظ کتابی شکل میں محفوظ ہو جائے گا۔

آپ کا
لطیف الزماں خاں

بی/۱۴۹ اغالب نماء، حالی روڈ، گل گشت، ملتان

(۱۱)

پنج شنبہ ۱۶ / فروری ۱۹۹۵ء

برادرم نظیر صاحب، السلام علیکم

آج روزنامہ جنگ لاہور میں محترم افسر ماہ پوری ۳۵ کے انتقال کی خبر پڑھی تو فوراً آپ کی طرف دھیان گیا۔ مرنا تو سبھی کو ہے لیکن افسر صاحب جیسے ذہین و زیرک انسان کی موت بہت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ اللہ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین

کیا آپ کے موجودہ کانٹریکٹ میں توسیع ہوئی؟ کیا آپ آئندہ جون تک کراچی ہی میں مقیم رہیں گے۔

میں نے آپ کو خط لکھا تھا جواب نہ آنے سے میں یہ سمجھا یوں کہ وہ آپ کو پسند نہیں آیا۔ یہ تو ہر انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کرے اور یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات ہمیں دوسروں کی کہی ہوئی بات پسند نہیں آتی۔

خطوطِ رشید احمد صدیقی جلد دوم کو آپ نے پڑھ لیا ہوگا۔ خواجہ صاحب کا تبصرہ تو آپ نے یقیناً پڑھا ہوگا۔ ایک تبصرہ ۳/فروری کو روز نامہ جنگ کراچی سے بھی شائع ہوا ہے۔

ڈان میں کراچی کے کسی صاحب نے رشید صاحب کی کسی کتاب پر تبصرہ کیا ہے اگر پہلے دو ہفتوں کے اخبار آپ نے دیکھے ہوں۔ مجھے صحیح تاریخ تبصرہ لکھنے والے کا نام اور کتاب کا نام نہیں معلوم ہوسکا۔ آپ کو معلوم ہو تو مطلع کیجیے گا۔

مخلص

لطیف الزماں خاں

بی/۱۴۹ غالب نما، حالی روڈ، گل گشت، ملتان ۶۰۷۰۰

(۱۲)

یک شنبہ ۲۶/مارچ ۱۹۹۵ء

آٹھ بجے شب

نظیر صاحب: وعلیکم السلام

۲۲/مارچ کا خط کل سہ پہر کی ڈاک سے مل گیا۔ آپ نے اسلام آباد آنے کا فیصلہ صحیح کیا۔ کراچی کے حالات میں ابتری اور خود آپ کے حالات ایسے نہ تھے کہ آپ مزید کراچی میں قیام کرتے۔ مالی نقصان تو ہوا لیکن بیوی بچوں کے ساتھ رہنا بھی ایک نعمت ہے۔

آپ بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں آپ کی تحریروں کو بڑے شوق سے پڑھتا رہا ہوں۔ لیکن ''خطبات رشید احمد صدیقی'' پر آپ کا تبصرہ پڑھا تو واقعی مجھے تکلیف پہنچی۔ اس لیے کہ اس تبصرہ میں اور کچھ ہو تو ہو خطبات کے بارے میں کچھ نہ تھا

آپ کو نفس مضمون سے زیادہ میرے لہجے سے تکلیف پہنچی اس کے لیے معذرت خواہ ہوں، لیکن میرے بھائی نفس مضمون ہی تو لہجہ کا تعین کرتا ہے۔ زیادہ تکلیف آپ کو اس لیے پہنچی کہ میں نے اس کا عکس مشفق خواجہ کو بھیجا میں جانتا ہوں کہ وہ آپ کے استاد ہیں نہ ادبی سرپرست اور نہ ادبی مشیر۔ وہ ''محقق اعظم ہیں'' تو ہیں آپ کے خطوط میرے ہوں یا کسی اور کے ان کو دے دیے اب اس کنویں سے کوئی چیز نہیں نکل سکتی آپ ڈول ڈالتے رہیے کچھ برآمد نہ ہوگا۔ میں نے یہ سوچ کر انھیں نقل بھیجی تھی کہ اور خطوط کے ساتھ یہ بھی سہی۔

آپ انھیں جانتے ہوں یا نہیں میں انھیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔

آپ نے لکھا ہے یہ صحیح ہے کہ میرے تبصرے کے بہت سے جملوں کا خطباتِ رشید سے کوئی تعلق نہ تھا برادرم اس

تبصرے میں خطبات کے سلسلے میں سرے سے کچھ نہ تھا اور دل اسی لئے تو جلا تھا۔ رہی یہ بات کہ ''نیوز'' کس حلقے میں پڑھا جاتا ہے اس سے مجھ کو کوئی سروکار نہیں میں آپ جیسے پرستار رشید صاحب سے صرف تبصرہ یا مضمون کا متوقع تھا۔ اگر نیوز پڑھنے والے رشید صاحب سے واقف ہیں نہ ان کی تحریروں سے تو مجھے یا آپ کو اس سے کیا۔ جو شخص رشید صاحب سے ناواقف ہے تو اس کے لئے دعا کرنی چاہئے اور اگر وہ ان کی تحریروں سے واقف نہیں تو مجھے اس کے تعلیم یافتہ اور مہذب ہونے پر شبہ ہے۔

آپ نے کیا خوب صورت بات لکھی ہے ''وہ صرف ادب ہی کے نہیں زندگی کے بھی حساس نقاد ہیں'' اگر اس تبصرہ میں ایسے ہی چار چھ جملے بھی خطبات کے بارے میں ہوتے تو میں وہ کچھ نہ لکھتا جو میں نے لکھا۔

میں نے رشید صاحب کی تحریروں سے بہت اچھے اثرات قبول کئے ہیں مثلاً وہ ہر اچھی اور قیمتی چیز دوسروں کو دے کر خوش ہوتے تھے۔ میں نے اپنی زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ یعنی ذخیرۂ کتب ''گوشۂ رشید'' کے لیے وقف کر دیا۔ آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں گوشۂ رشید میں اور کتابوں کے علاوہ اقبالیات کا بہت اچھا کلیکشن ہے۔ ملتان یونیورسٹی میں رسائل، فکشن اور فکشن کی تنقید اور تنقید کی کتب گوشۂ رشید میں ہیں، کراچی یونیورسٹی لائبریری میں گوشۂ رشید قائم ہے جب تک زندہ ہوں ہر سال نئی کتب بھیجتا رہوں گا۔ مدینۃ الحکمت کراچی میں گوشۂ رشید قائم کیا جا رہا ہے۔ شعراء کے بارے میں دواوین بلکہ یوں کہیے کہ شاعری کے جتنے مجموعے تھے سب بھیج چکا ہوں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

آپ نے لکھا ہے بقول اہل پنجاب یہ کون حضرات ہیں نام لکھ کر بتایئے۔

میں نے رشید صاحب سے ایک اور بات سیکھی کہ اپنا مذہب و مسلک نہیں بدلا جا سکتا عشق و عقیدت میں لغزش نہ آسکے رشید صاحب نے اپنے لیے جو راستہ اختیار کیا اس پر تا عمر قائم رہے۔ تکلیفیں اٹھائیں، صدمے سہے بیماری جھیلی مگر علی گڑھ نہ چھوڑا۔ حد تو یہ ہے کہ جن بچوں کے لیے وہ تڑپتے تھے ان کے لیے کبھی کراچی نہ آئے۔

خدا کا شکر ہے کہ میں ''خان'' رہا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کے سب سے بڑے دوست کا نام ''ذاکر حسین خان'' تھا۔ خاں صاحب ان کے بارے میں رشید صاحب کے خیالات سے میں واقف ہوں۔ آپ کی تحریر تھی اسے آپ نے کتاب میں شامل کیا اچھا کیا مجھے اگر آپ کی تحریر پڑھنی ہوگی تو خرید کر پڑھوں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے زندگی بھر کتاب خرید کر پڑھی مانگ کر پڑھنا معیوب سمجھتا ہوں۔

آپ اپنا دل میلا نہ کریں انتظار حسین صاحب ۳۶ کسی کے لیے کلمہ خیر کم ہی کہتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ آپ کو ایک بات بتاؤں میں نے رشید صاحب کی جتنی کتابیں چھپوائیں بے شمار لوگوں کو بھیجی ہیں گنتی کے لوگوں کے علاوہ کسی نے رسید نہیں دی۔ ہمارے ادیبوں کا دل بہت چھوٹا ہے۔ نظیر صاحب

اپنی صحت کا خیال رکھیے۔ اہلیہ آپ کی علیل اور بچی بہت پریشان بھی ان دونوں کو وقت دیجئے۔ میری طرف سے اہلیہ محترمہ کی مزاج پرسی اور بچوں کو دعا کہیے۔

لطیف الزماں خاں

سہ شنبہ ۲۵/اپریل ۱۹۹۵ء

برادرم نظیر صاحب! سلام مسنون۔

۲۲/اپریل کا خط مل گیا۔ آپ نے میرے خطوط خواجہ صاحب کو نہ دے دیئے ہوتے تو میں عرض کرتا کہ دیکھ لیجیے۔ آپ کے تقریباً ہر مضمون کے بارے میں، میں نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ Reflection میں کہیں کہیں ''Spark'' ضرور ہے لیکن یگانہ، فیض، رشید صاحب، اجتبیٰ رضوی ۷؎ کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ آپ کے مطالعے کا نچوڑ ہے۔ ابلاغ پر آپ کا مضمون لاجواب ہے۔ میرے مطالعے کی حد تک اس موضوع پر میں نے اس سے اچھا کوئی اور مضمون نہیں پڑھا۔

آپ کی اور میری عمر عشق کرنے کی نہیں رہی اور جب تھی تو دونوں ہی غم روزگار میں مبتلا تھے، عرض کیا کمال کا شعر ہے۔

در دلِ ما غم دنیا غم معشوق شود
بادہ گر خام بود پختہ کند شیشۂ ما

مجھے اگر یہ یقین نہ ہوتا کہ رشید صاحب کی کتاب ''سرسید، مغربی تعلیم، تصور اور اس کا نفاذ علی گڑھ میں'' کا انگریزی میں نہ کر پائیں تو کبھی نہ لکھتا۔ میری نارنگ ۸؎ سے یاری ہے۔ وہ ادیب کے ساتھ ساتھ سیاست داں بھی ہے۔ ادب میں سیاست کے کاروبار کو اس سے بہتر سمجھنے والا دلی میں اور کوئی نہیں۔ وہ اگر یہ کہے کہ ''آپ کی انگریزی بھی قابل رشک ہے'' تو اسے ٹھیک ہی سمجھئے۔ حیرت ہے حکومت ہند اس کی صلاحیتوں سے بے خبر ہے۔ نارنگ کو تو کسی ملک کا سفیر ہونا چاہئے تھا۔ الطاف گوہر ۹؎ کی بات سمجھ میں آتی ہے لیکن انتظار حسین افسانہ ضرور لکھیں ناول اور انگریزی تحریر سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

آپ اندر سے ''کھو کھلے'' ہیں یہ آپ کی رائے ہے میں آپ کے بارے میں کچھ اور رائے رکھتا ہوں۔ آپ ایک صفحہ کا ترجمہ نہ کریں۔ بلکہ پوری کتاب کا ترجمہ کریں اور پھر مجھے بھیجیں۔ وہ جیسا بھی ہوگا شائع کیا جائے گا۔ مجھے تو آپ صفحات دیکھ کر صرف اتنی بات لکھئے کہ ''حق الحت'' کیا ہوگا۔

میں نے اپنے مکان کا نام ''غالب نما'' پہلے رکھا۔ میونسپل کمیٹی نے سڑک کا نام بعد میں رکھا۔ یوں استاد اور شاگرد یک جا ہوگئے۔

دیکھو بھائی نظیر صاحب میں سیاست سے ہمیشہ دور رہا سیاسی پارٹی سے بھی سیاست نے دلوں کے ٹکڑے کر دیئے اور سیاسی پارٹیوں نے اسی ملک کے تعلیمی اداروں کو تباہ کرا یا جب معیار قابلیت نہیں بلکہ سیاسی وابستگی ہو تو۔ ہاتھی مر جائے تب بھی سوا لاکھ کا ہوتا ہے۔ شعبۂ اقبالیات کو ایسے ہی شخص کی اشد ضرورت رہی ہوگی جس کا ذکر آپ نے کیا ہے۔

میری رائے مانئے تو خواجہ صاحب کے لئے

کس چیز کی کمی ہے خواجہ تری گلی میں
نتھیا تری گلی میں گھوڑا تیری گلی میں

وہ قاضی صاحب۴۰ سے کہیں یا کسی اور سے ان کی بات نہ حکیم صاحب ۴۱ ٹال سکتے ہیں نہ کوئی اور۔ خواجہ صاحب یونیورسٹی سے سند یافتہ ہیں، تعلیم یافتہ نہیں ہیں تو کیا ہوا ان کے پیچھے جو طاقت ہے اس کی نوسینس ویلیو سے آپ واقف ہوں یا نہ ہوں ساری دنیا واقف ہے۔

خدا کرے آپ میرا خط پڑھ لیں اور الفاظ شکست میں ہونے کے باوجود آپ سمجھ لیں۔

لطیف الزماں خاں

(۱۴)

یک شنبہ ۲۱/ مئی ۱۹۹۵ء

گیارہ بجے شب

برادرم نظیر صاحب۔ السلام علیکم

۱۶/ مئی کا خط مل گیا۔ ترجمے کے اوراق واپس کر رہا ہوں۔ جلدی نہیں ہے ترجمہ کے کام کو دلجمعی کے ساتھ آہستہ آہستہ جاری رکھئے۔ میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں کہ گھر کے حالات کبھی بھی اچھے نہیں رہے اب پریشانیوں میں اضافہ اور ہو گیا ہے۔ جب آپ ڈھاکہ میں تھے تب بھی پریشانیاں کم تو نہ تھیں اور جب سے میں آپ سے ملا ہوں کبھی بھی آپ کو سکون سے زندگی گزارتے نہ پایا۔ یہ تمہید صرف اس لیے اٹھائی ہے کہ مصائب و مکروہات کے باوجود آپ نے ادبی کام جاری رکھا۔ اب بھی ہمت نہ ہاریئے اس کام کو جاری رکھئے۔

رشید صاحب کی تمام تحریریں کتابوں کے کمرے میں رکھی ہیں۔ کمرہ تو آپ نے دیکھا ہے اوپر کی منزل میں ہے گرمیوں میں وہاں داخل ہونا بھی آسان نہیں۔ ذرا موسم ٹھیک ہو تو میں ٹیگور۴۲ کے خطبہ کا ترجمہ آپ کو بھیج دوں گا۔

فصیح صاحب کہتے ہیں تو ٹھیک ہی کہتے ہوں گے۔ حالات تو ایسے نہیں ہیں کہ کوئی جا سکے اگر نعیم صاحب آپ کو بلاتے ہیں، ویزا مل جاتا ہے تو ضرور ہو آیئے۔

ایک صاحب نے ''سفرنامہ مقبوضۂ ہندوستان'' ۴۳ بھیجا ہے اس کے صفحہ نمبر ۳۰ پر لکھا ہے ''اسلام آباد میں نظیر صدیقی ... یارانہ ہمارا مدتوں کا ہے وہ میرے اور میں ان کے لیے کھلی کتاب ہیں بڑی پیاری اور غلیظ گفتگوئیں منہ زبانی بھی ہوتی ہیں اور خطوں کو بھی چھپا کے پڑھنا پڑتا ہے نہ میں نے کچھ چھپا کے رکھا نہ نظیر نے دل کی بات زبان پر لانے سے احتراز کیا۔ حمام ایک ہے اور ننگے ہم دونوں کے دونوں۔''

نظیر صاحب پچیس سال سے میں آپ کو اور آپ مجھے جانتے ہیں ایسی ناشائستہ گفتگو کبھی آپ کے زبان سے نہیں سنی۔ سب سے زیادہ خط آپ ہی کے میرے نام ہیں ایسی بیہودہ باتیں کبھی آپ نے نہیں لکھیں۔

گذشتہ اکتوبر میں اسلام آباد سے آتے ہوئے اخبار میں آپ کے ان دوست کی کتاب پر انگریزی میں آپ کا تبصرہ پڑھ کر میں بہت پریشان ہوا تھا آپ کو خط لکھا تو آپ نے موصوف کے بارے میں کچھ نہیں لکھا میں حیران ہوں۔ آپ اس متعصب شخص کو خاکہ نگار کہتے ہیں۔ برہنہ گفتاری کو آپ کیسے پسند کرتے ہیں۔

ایک جانب آپ رشید صاحب پر بہترین مضمون لکھیں۔ یگانہ اور فیض پر لکھیں اور دوسری جانب گالی گلوچ کو سراہیں۔ایسی بلندی ایسی پستی۔

آپ اس پر ضروری روشنی ڈالیے۔

مخلص

لطیف الزماں خاں

(۱۵)

لطیف الزماں خاں

پنج شنبہ ۲۲/جون ۱۹۹۵ء

دس بجے شب

برادرم نظیر صاحب

ملک کا ہر نظام بگڑا ہوا ہے اہل ڈاک کبھی کبھی حیران کر دیتے ہیں خدا کرے خطوط بروقت آپ کو اور مجھے ملتے رہیں۔آپ کا ۱۸ جون کا خط آج سہ پہر مل گیا۔خوش ہوا کہ ''عزیزان علی گڑھ'' ۴۴ آپ کو مل گئی، آپ ہی نے نہیں کئی اصحاب نے لکھا کہ رشید صاحب کے ایک ایک خط کو محفوظ کر لینا چاہیے، ''عزیزان علی گڑھ'' جتنی اقساط میں جس طرح شائع ہوا تھا۔فصیح صاحب نے دیا اور میں نے اسے اسی طرح شائع کر دیا۔رشید صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا مسودہ جو ڈاکٹر احسان رشید صاحب نے مجھے مرحمت فرمایا تھا اسے میں نے نقل کیا۔فل سکیپ کے نوے صفحات کاتب کو دیئے اور وہ اب خطبات رشید احمد صدیقی میں شامل ہے۔میں اس آخری تحریر کا عکس بھی چھپواؤں گا تا کہ ثابت کر سکوں کہ آل احمد سرور ۴۵ اور اسلوب احمد انصاری ۴۶، دونوں جھوٹ بولتے ہیں آئینہ کیوں نہ دوں ۴۷ میں اس کا ذکر آچکا ہے۔

رشید صاحب نے یہ بھی تو لکھا ہے کہ مسلمان کی زندگی آزمائش کی زندگی ہے۔رشید صاحب اگر ان آزمائشوں سے گزرے تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں دیکھنے کی بات صرف اتنی ہے کہ وہ اپنے آئیڈیاز پر ثابت قدم رہے ہیں۔ایک لمحہ کو بھی لغزش سے دوچار نہیں ہوئے۔

زندگی کا بڑا حصہ تو لغویات میں گزر گیا۔اب جتنی بھی زندگی ہے صرف دو کام کروں گا۔رشید صاحب کی تمام تحریریں ممکن حد تک شائع کروں گا۔غالب پر کئی کتابوں کا منصوبہ پیش نظر ہے۔میں اس کوشش میں ہوں کہ ہر تین ماہ بعد ایک کتاب شائع ہو جائے۔یہ بات قطعی طے ہے کہ میں رشید صاحب کے مقدمات، پیش لفظ، تعارف تبصرے ایک جلد میں شائع کروں گا۔ تمام مواد یکجا کر لیا ہے جب اس کا Turn آئے گا یہ کتاب ضرور چھپے گی۔

پروگرام کا آخری حصہ یہ ہے کہ رشید صاحب پر لکھی جانے والی تمام تحریریں بھی کتابی شکل میں شائع ہوں یہ مواد بھی ایک لفافہ میں رکھ لیا ہے۔میں برسوں سے فنون کا خریدار ہوں۔حیرت ہے آپ کا مضمون شائع ہوا اور میں اسے پڑھ نہیں سکا۔ اگر پڑھتا تو ضرور آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کرتا۔میں نے تمام رسائل گوشۂ رشید ملتان یونیورسٹی کو دے دیئے۔اب شمارہ نمبر کے لیے میں قاسمی صاحب کو لکھوں گا۔شاید عکس مل جائے۔

خطبات پر آپ کا تبصرہ میں نے اسی زمانہ میں پڑھ لیا تھا جب وہ شائع ہوا تھا۔ آپ نے خود ہی لکھ دیا ہے ''خطبات ایک نہایت جامع مضمون کا مستحق ہے۔'' تو بھائی نظیر صاحب، اس تبصرہ میں جامعیت نہیں ہے۔

خدا کرے آپ کی خواہش پوری ہو جائے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں آپ Visiting professor کی حیثیت سے کام کریں ''Rashid Siddiqi Scholor'' کی حیثیت سے۔ لیکن میرے بھائی آپ اس یونیورسٹی اور شعبۂ اردو کے مزاج سے واقف نہیں ہیں۔ دونوں ملکوں کے حالات بھی ایسے نہیں ہیں کہ وہ آپ کو بلائیں۔ کیوں نہ آپ اسلام آباد میں گھر پر رہتے ہوئے وہ کام کریں جس کے لیے آپ نے لکھا'' میں وہ کام کر جاتا جو اب تک علی گڑھ بلکہ پورے ہندوستان کے جغادریوں میں کسی نے نہیں کیا۔''

برادرم نظیر! میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں پھر نہایت ادب سے لکھتا ہوں کہ ہمیں اس سے غرض نہ رکھنا چاہیے کہ علی گڑھ نے فلاں کام نہیں کیا۔ ہندوستان کا فرض تھا سوال صرف یہ ہے کہ میں اور آپ کیا کر سکتے ہیں۔ ایک کام کی ذمہ داری میں نبھا رہا ہوں اور آخری سانس تک نبھاتا رہوں گا۔ یعنی رشید صاحب کی تحریروں کی اشاعت۔ دوسرا کام آپ کیجیے اور اس خیال کو ذہن سے نکال دیجیے کہ یہ کام تو مسلم یونیورسٹی کے کرنے کا تھا یا فلاں ادارے کے کرنے کا تھا یا فلاں صاحب کے کرنے کا تھا۔

اسلوب صاحب اردو نہیں لکھتے وہ اس میں انگریزی ملا کر کھچڑی لکھتے ہیں۔ تمام تر احترام کے باوجود وہ رشید صاحب پر اب کچھ نہیں لکھیں گے۔ مسعود حسین خاں صاحب[۴۸] ''شاگرد رشید'' ہیں اور ظہیر صدیقی بھی شاگرد ہیں۔ ممکن ہے ظہیر کچھ لکھیں گے کہ اب وہ ریٹائرڈ ہو کر علی گڑھ پہنچ گئے ہیں لیکن مسعود صاحب اب کچھ نہ لکھیں گے۔

جب میں نے سحر انصاری[۴۹] صاحب کو بتایا کہ آپ نے میرے خطوط خواجہ صاحب کو دے دیے تو انھوں نے کہا ''اب وہ پاتال کی تہہ میں گئے کوئی وہاں سے نہیں نکال سکتا۔'' رشید صاحب کے خطوط ان کے نام ہیں اور میں دس سال سے خوشامد کر رہا ہوں اور وہ ٹال رہے ہیں میں جانتا ہوں وہ کبھی نہیں دیں گے۔ محمد علی صدیقی میرے دوست ضرور ہیں مگر خواجہ صاحب کے بارے میں ان کی رائے سے بھی واقف ہوں اس لیے میں اس کام کے لیے انھیں نہیں لکھوں گا۔ آپ خود کوشش کر دیکھیے۔ میں خواجہ صاحب کو اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ شعبۂ اردو کراچی یونیورسٹی میں طالب علم تھے۔ لڑکیوں کے بارے میں بیہودہ اشعار لکھتے تھے اور شرماتے نہیں تھے۔ شرماتے تو وہ آج بھی نہیں ہیں۔ صرف دو یا تین باتیں سن لیجیے۔

تقریباً نو دس سال ہوتے ہیں میں نے نامہ ہائی فارسی غالب کا ترجمہ کیا اور مجلس ترقی ادب لاہور کو بھیج دیا۔ مجھے مجلس کے قواعد و ضوابط کا علم نہیں تھا۔ کافی عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب کی ٹانگ وہاں بھی پھنسی ہوئی ہے اور انھوں نے میرا ترجمہ شائع نہیں ہونے دیا۔ واضح رہے کہ میں نے ابتدائی جماعتوں سے لے کر بی اے تک فارسی پڑھی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ فارسی میں اپنے والد مرحوم سے پڑھی ہے۔ خواجہ صاحب تو ہر زبان کے عالم ہیں وہ تو انگریزوں سے زیادہ انگریزی جانتے ہیں۔

۲۔ میری تالیفات کو دانیال کراچی شائع کر رہا تھا۔ پبلشر کا خط آیا کہ ''خواجہ صاحب نے منع کر دیا ہے کہ لطیف الزماں کی کتاب آپ ہرگز شائع نہ کرنا۔

ان دو باتوں کے جاننے کے بعد بھی اگر آپ کو خوش فہمی ہے تو ''ایں خیال است و محال است جنوں'' افسر مرحوم پر

آپ کا مضمون تو اچھا ہے لیکن یہ جو آپ ان میں اور اپنے آپ میں مماثلت تلاش کر رہے ہیں کسی طرح مناسب نہیں آپ کی تمام خوبیاں کوئی اور بیان کرے آپ کیوں ایسا کریں۔

عسکری صاحب میرے استاد تھے ان کے بارے میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ مغربی ادب ہی کیوں انھوں نے تو اپنی ہر تحریر کو Disown کیا۔ اس لیے کہ تحریر نے انہیں وہ مقام نہیں دیا جو ان کے خیال میں انہیں ملنا چاہیے تھا۔ مشرقی تصوف میں وہ نہیں ڈوبے بلکہ مذہب کو بھی فرانسیسی زبان اور فرانسیسی ادب کے ذریعہ جاننا چاہا اس کا اور رینے گینو کا تصوف سے کوئی تعلق نہیں دراصل وہ ایک شیعہ خاتون سے شادی کے خواہاں تھے۔ وہاں سے انکار نے عسکری صاحب کی زندگی کا ہر رخ موڑ دیا۔ اب یاد نہیں کہ دیباچہ میں کیا لکھا۔ میری بد خطی کو معاف کر دیا کیجیے۔

میری دو بیٹیاں ہیں دونوں اپنے گھر ہیں اور خوش ہیں۔ میرے لیے اس سے زیادہ خوش بختی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔

دو بیٹے ۵۰ ہیں حد درجہ سعادت مند، اہلیہ کے انتقال ۵۱ کے بعد دونوں نے میری بڑی خدمت کی اب بھی ہر طرح خیال رکھتے ہیں۔ باروچی کو ہدایت ہے کہ وہ اچھے سے اچھا کھانا پکائے واضح رہے کہ میں چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک روٹی کھاتا ہوں ناشتہ وقت پر، ہر موسم کا پھل، دودھ، بچے اللہ کی ہر نعمت میرے لیے فراہم کرتے ہیں یہ سب اللہ کا انعام ہے شاید رشید صاحب کی تحریروں کی اشاعت کا انعام۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت مند رکھے تا کہ آپ رشید صاحب پر وہ کام کریں جو کوئی اور نہیں کر سکتا۔

مخلص

لطیف الزماں خاں

(۱۲)

چہار شنبہ ۱۳ ستمبر ۱۹۹۵ء

برادرم نظیر صاحب، السلام علیکم

آپ کا ۹ ستمبر کا کرم نامہ مل گیا، ایک صاحب کے بچہ کی دعوتِ ولیمہ تھی۔ دلہن کے باپ جو کراچی سے آئے تھے کہنے لگے ''لطیف صاحب آپ نے اپنے صاحب زادے سے نہیں ملوایا۔'' میں نے ان سے عرض کیا کہ ہال میں ایک چکر لگائیں جو نوجوان سب سے زیادہ خوب صورت ،سب سے زیادہ خوش نما و خوش قطع لباس پہنے، سب سے زیادہ اچھی خوشبو لگائے مسکرا کر بات کرتا ہوا نظر آئے، وہی میرا بچہ ہے۔ آپ یقین کیجیے انھوں نے پورے ہال کا چکر لگایا اور انیس کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔ میں اسے بھی اللہ کا کرم سمجھتا ہوں کہ میرے سب بچے خوب صورت، مہذب اور تابع فرمان ہیں۔ مجھے اس کی بھی خوشی ہے کہ قیام اس کا آپ کے مکان سے بہت دور تھا پھر بھی وہ ملنے پہنچا۔

جب سے اہلیہ کا انتقال ہوا ہے انیس مجھے پاپا نہیں امی کہتے ہیں۔ جب وہ خوش بو لگائے نہایت عمدہ لباس پہنے اپنی کار میں بیٹھتے ہیں تو میں اللہ سے دعا مانگتا ہوں، ''اسے نظر نہ لگ جائے۔''

کاتب ابھی تک نہیں آیا ہے جوں ہی دیباچہ کی کتابت ہو جائے گی میں کتاب چھپنے کے لیے بھیج دوں گا۔ امید ہے کتاب بہت جلد شائع ہو جائے گی۔ خورشید مصطفےٰ رضوی صاحب ۵۲ کی کتاب پر رشید صاحب نے جو دیباچہ لکھا تھا اس سے

اقتباسات لے لئے ہیں رہی بات یہ کہ ''ذاکر صاحب پر رشید صاحب کا ایک ایک لفظ محفوظ ہو جائے'' تو یہ ممکن نہیں ہے کئی مضامین میں ذاکر صاحب کا ذکر آیا ہے البتہ میں نے یہ کیا ہے کہ وہ مضامین جن میں ذاکر صاحب کا ذکر زیادہ آیا ہے ان میں سے اقتباس لے لئے ہیں۔ مختصر حالاتِ زندگی لکھ دیتے ہیں۔

ذاکر صاحب کی تین تصاویر اس طرح آئیں گی کہ پہلی تصویر (ا) مرشد کے ابتداء میں دوسری تصویر جب وہ وائس چانسلر بنے اور ''ذاکر صاحب'' کہلائے۔ تیسری تصویر جب وہ ہندوستان کے صدر بنے اور ''ہمارے ذاکر صاحب'' ہوئے۔ یہ تینوں تصاویر مرشد سے لے کر ہمارے ذاکر صاحب تک کا سفر بیان کرتی ہیں۔

کتاب کے شروع میں رشید صاحب کی تصویر ہوگی۔ فلیپ پر رشید صاحب کی تحریر سے اقتباس ہوگا اور دوسرے فلیپ پر رشید صاحب کا بایوڈیٹا۔ آخری صفحہ پر ان کتابوں کی فہرست ہوگی جو چھپ گئی ہیں۔ اور گرد پوش کے Back page پر ان کتابوں کی فہرست ہوگی جو شائع ہونے والی ہیں۔ تصاویر آرٹ سے پیپر پر ہوں گی۔ طباعت عمدہ ہوگی کاغذ نہایت سفید اور اچھا ہوگا۔ جلد بھی عمدہ ہوگی۔ کوشش کروں گا کہ رشید صاحب کی یہ کتاب نہایت عمدہ شائع ہو۔

مجھے بھی علم نہیں تھا کہ فصیح صاحب امریکہ گئے ہیں ان کا خط آیا تو معلوم ہوا۔ میں نے انھیں فوراً جواب لکھا اور تاکید کی کہ آمد و رفت کے لیے شعبہ کے صدر سے یا جو بھی صاحب انچارج ہوں معلوم کر کے آپ کو مطلع کریں۔ نیز یہ بھی معلوم کریں کہ مقالہ کا موضوع کیا ہوگا۔ میں تو اب بھی یہی کہوں گا کہ خطبات ہی کو موضوع بنایئے۔ وقت بہت کم رہ گیا ہے بارہ پندرہ دن میں خط پہنچتا ہے اور اتنا ہی وقت خط کے آنے میں لگتا ہے۔ آپ ان کے خط کا انتظار نہ کیجئے مقالہ لکھنا شروع کیجئے۔

انیس نے مجھے بتایا کہ آپ کی صحت بالکل ٹھیک نہیں ہے۔ اس نے کہا ''چچی جان ۵۳ بھی نفسیاتی مریضہ ہیں۔ دونوں کو علاج، آرام اور ذہنی سکون کی ضرورت ہے۔''

نظیر صاحب دعا کیجیے میں انیس کے لیے بہت خوب صورت، تعلیم یافتہ اور مہذب دلہن لانا چاہتا ہوں۔ ایسی ہی جیسا وہ خود خوب صورت ہے۔ خدا کا شکر ہے اس کے ذہن میں working woman نہیں ہے۔

یہ جان کر خوش ہوا کہ بیٹی رخشندہ نے کلینک کھول لیا ہے۔ آہستہ آہستہ کام چل نکلے گا۔ انیس نے بتایا کہ صاحب زادے بھی ملازمت کر رہے ہیں good۔

آپ کا مخلص

لطیف الزماں خاں

(۱۷)

لطیف الزماں خاں

ہفتہ ۷/اکتوبر ۱۹۹۵ء

دس بجے شب

برادرم نظیر صاحب، آداب و نیاز

آپ کا ۴/اکتوبر کا کرم نامہ پیش نظر ہے۔ یار عزیز قاضی ۵۴ کے نام خط میں کئی ایسی باتیں ہیں کہ انہیں سوائے میرے اور

قاضی کے کوئی نہیں سمجھ پائے گا۔ آئندہ خط میں اس کی پرتیں کھولوں گا۔ آپ نے اس خط کو پسند کیا اس کے لئے شکر گزار ہوں۔

جی ہاں مجھے اس کا اندازہ ہے کہ میں نے جو خطوط آپ کو لکھے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ خواجہ صاحب جب آپ کو خطوط بھیج دیں تو لکھیے گا۔ اگر آ گئے تو تمام تر آپ کی ذہنی کوفت دور ہو جائے گی۔

خطبات رشید احمد صدیقی پر آپ نے جو مضمون لکھا۵۵ ہے اسے ''قومی زبان'' میں اشاعت کے لیے بھیج دیجئے۔ مجھے شبہ ہے کہ یہ مضمون علی گڑھ میں رشید صاحب کے لئے منعقد ہونے والے سیمینار کے موقع پر پڑھا جا سکے گا۔ فصیح صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ آل احمد سرور صاحب کا عمل دخل ہے۔ اور جب ایسا ہے تو وہ آپ کا یا میرا نام کیوں برداشت کریں گے۔ وہ کچھ نہ کہیں گے لیکن ان کے تابع فرمان اب بھی شعبہ اردو میں موجود ہیں وہ سرور صاحب کی خفگی کیوں مول لیں گے۔

مالی پریشانی، ہر پریشانی کا سبب نہ بھی ہو تب بھی بیشتر پریشانیوں کا سبب ہوتی ہے۔ میں آپ کی کچھ اور پریشانیوں سے بھی واقف ہوں لیکن ذکر یوں نہیں کرتا کہ وہ نمک پاشی کے مترادف ہے اور میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔

ہارٹ اٹیک ایک مرتبہ ۱۹۸۶ء میں مجھے ہوا تھا۔ چند لمحوں میں کیا گزر گیا اسے میں محسوس تو کرتا ہوں لیکن بیان نہیں کر سکتا۔ آپ کیوں اس کی آرزو کریں۔ برین ہیمرج تو دورۂ قلب سے بھی زیادہ مہلک مرض ہے۔ خدانخواستہ انسان کوما میں چلے جائے تو زندگی اس کے لیے ہی نہیں اعزہ کے لیے بھی عذاب بن جاتی ہے۔ آپ جوان موذی امراض سے بچے ہوئے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام مصائب کے باوجود آپ میں قوت مدافعت موجود ہے اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ یہ ہمیشہ قائم رہے۔

آپ نے میرے خط کے آخری حصہ یعنی چوتھائی حصہ کا جواب دیا۔ آپ نے شاید اس قابل نہیں سمجھا کہ ''عزیزان علی گڑھ'' کے تین مسودوں کا جو ذکر میں نے کیا ہے شاید وہ آپ کے لیے اہم نہ ہو۔

مخلص

لطیف الزماں خاں

(۱۸)

جمعہ ۸/نومبر ۱۹۹۶ء

برادرم نظیر صاحب، السلام علیکم

بہت دنوں سے آپ کا خط نہ آیا۔ جب بھی تاخیر ہوتی ہے تو میں اللہ سے دعا مانگتا ہوں کہ علیل نہ ہوں صحت مند ہوں۔

آج بعد مغرب ایک صاحب کتابوں کی پیکٹ دے گئے۔ رشید صاحب کی کتاب ''مرشد ذاکر صاحب، ہمارے ذاکر صاحب'' بالآخر چھپ گئی۔ دو کتابیں اقبال رشید۵۶ صاحب کو بھیجوں گا۔ جوں ہی اور کتابیں آتی ہیں فوراً آپ کو روانہ کر دوں گا۔

پبلشر نے زیادتی یہ کی ہے کہ ٹائٹل پیج پر رشید صاحب کا پورا نام نہیں ہے۔ کلر اسکیم ایسی ہے کہ کتاب کا نام تو پڑھا جاتا ہے۔ رشید صاحب۵۷ کا نام صاف نظر نہیں آتا۔

ذاکر صاحب کا اسکیچ تو اچھا ہے لیکن نام، تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات نہیں ہے۔ ایک ظلم یہ کیا ہے کہ رشید صاحب کی تصویر نہیں ہے گرد پوش نہیں ہے۔ میں نے فلیپ کے لئے عبارت لکھوائی تھی اور بیک پیج کے فلیپ پر رشید صاحب کا بایوڈیٹا تھا۔ بہر کیف جب بھی چھپ گئی، بھیج دوں گا۔

خیریت سے مطلع کیجئے۔ خدا کرے آپ صحت مند ہوں۔

مخلص لطیف الزماں خاں

میں ۱۵ دسمبر کو کراچی جاؤں گا، رشید صاحب کی ایک اور کتاب ''غالب نکتہ داں'' ۵۸؎ پریس میں ہے، رشید صاحب کے غالب پر تمام مضامین اس میں یک جا کردیئے ہیں۔

امید ہے ۳۱ر دسمبر سے قبل یہ کتاب چھپ جائے گی پھر سے آپ کو روانہ کروں گا۔

لطیف الزماں خاں

(۱۹)

ہفتہ ۲۳ر نومبر ۱۹۹۶ء

برادر نظیر صاحب۔ السلام علیکم

۸ر نومبر کو میں نے ایک کارڈ لکھا تھا کہ رشید صاحب کی کتاب چھپ گئی۔ میرے نقطۂ نظر سے ''مرشد ذاکر صاحب، ہمارے ذاکر صاحب'' میں کم از کم آٹھ خامیاں تھیں۔ اور یہ اس لئے ہوا کہ پبلشر نے توجہ نہ دی۔

کتاب کی اشاعت پر میں اس قدر Excited تھا کہ ۹ نومبر بروز ہفتہ میں نے آپ کو ٹیلیفون کیا۔ میرے پاس آپ کا جو نمبر لکھا ہوا ہے وہ ہے ۴۱۳۵۸۴۔ کئی بار ڈائل کیا ایک ہی جواب ملتا ''رابطہ ممکن نہیں''

پھر میں نے اپنے دوست نذیر احمد صاحب ۵۹؎ کو ٹیلی فون کیا اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ کا ٹیلی فون نمبر ان کے پاس ہے جواب نفی میں تھا۔ میں ۱۶ نومبر کو مغرب سے ذرا قبل لاہور پہنچا۔ ۱۷ کو پبلشر سے ملا اور اب یہ طے پایا ہے کہ ڈسٹ کور چھپے گا جس پر کتاب کے نام کے علاوہ رشید صاحب کا پورا نام آئے گا اور گردپوش کے پیچھے صفحہ پر رشید صاحب کی تصویر چھپے گی۔

میں ۱۹ر نومبر کو واپس آ گیا۔ خیال تھا آپ کا خط آیا ہوگا۔ آپ کا جواب نہ آنے سے طبیعت میں بڑا تکدر ہے۔ خدا کرے آپ صحت مند ہوں۔ بواپسی ڈاک خیریت کا خط لکھئے۔

مخلص

لطیف الزماں خاں

(۲۰)

چہارشنبہ ۲۷ر نومبر ۱۹۹۶ء

برادرم نظیر احمد، السلام علیکم

میرے دو خط آپ کو ملے ہوں گے۔ آج علی گڑھ سے کتابوں کا پیکٹ آیا۔ آل احمد سرور صاحب کے نام رشید صاحب کے خطوط کا مجموعہ ''رشید احمد صدیقی کے خطوط'' اور ظہیر احمد صدیقی کی مرتبہ کتاب 'نقوش رشید احمد صدیقی۔ نذر رشید احمد صدیقی۔

یہ کتابیں مہر الٰہی صاحب نے بھیجی ہیں۔ نقوش رشید احمد صدیقی کی ایک جلد پر لکھا ہے۔ ''نذیر احمد صدیقی کی نذر'' یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ آپ کا مضمون ''رشید احمد صدیقی اپنے خطبات کے آئینے میں'' شامل ہے، ممکن ہے یہ کتاب آپ کے لئے ظہیر احمد صدیقی نے بھیجی ہو لیکن نظیر کو نذیر کیوں لکھا؟ اب میں انھیں خط لکھ رہا ہوں جواب آنے پر معلوم ہو

سکے گا کہ یہ کتاب آپ کے لئے ہے یا کسی اور صاحب کے لئے۔

خطوط کی جلد معلوم نہیں کس کے لئے ہے؟ یہ میں مہرالٰہی صاحب سے پوچھ لوں پھر کچھ عرض کرسکوں گا۔

آپ کی خاموشی میرے لئے بڑی پریشان کن ہے۔آپ نے ایک خط میں ایسے الفاظ استعمال کیے جن کی میں توقع نہیں کرتا تھا۔لیکن میں نے برانہیں مانا۔غصہ میں انسان لکھ جاتا ہےاور اگر وہ آپ کی قطعی رائے ہوتب بھی میں کیوں برامانوں گا اس لئے کہ ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اس کے اظہار کا حق ہے آخر میں بھی تو کھرے پن سے لوگوں کے بارے میں اظہار خیال کرتا رہا ہوں۔

آپ کے ذہن میں کوئی بات ہوتو ہو میرے ذہن میں نہیں ہے اگر میں آپ کی بات کا برامانتا تو خطوط ہی کیوں لکھتا۔میں ہر بات کا جواب دے سکتا تھا۔اور دے سکتا ہوں۔مگر میں اسے پسند نہیں کرتا۔جس طرح مجھے یہ حق ہے کہ میں اپنی رائے رکھوں آپ کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ لکھیں جو آپ کا جی چاہتا ہے۔

مخلص

لطیف الزماں خاں

(۲۱)

دوشنبہ ۳۱ر مارچ ۱۹۹۷ء

برادرم نظیر صاحب، تسلیمات

آج آپ کا ۲۹ر مارچ کا خط ملا۔لفافہ پر پچاس پیسے کے دو ٹکٹ دیکھ کر میں حیران ہوا۔ میں نے دو سو پوسٹ کارڈ خریدے ایک کی قیمت بیس پیسے۔یہ کتنا پرانا پوسٹ کارڈ ہے۔اب تو کارڈ کی قیمت پچھتر پیسے ہے۔یعنی ہر کارڈ پر پچپن پیسے کے ٹکٹ اور چسپاں کرنے ہوں گے شہر کا ہر ڈاک خانہ، کھنگال لیا کہیں پچاس پیسے کا ٹکٹ نہ ملا۔آپ کے یہاں دست یاب ہیں از راہ کرم دو سو ٹکٹ خرید کر بھیج دیجئے۔بس لفافہ میں رکھ دیجئے۔میں قیمت ادا کروں گا۔

میرا خط اگر آپ کسی کتاب میں رکھ کر بھول گئے تو کوئی بات نہیں اس میں کوئی ایسی بات تھی ہی نہیں۔

میں تو اللہ سے یہی دعا کرتا ہوں کہ حافظہ اور نگاہ برقرار رہے۔ہاں اگر زندگی میں بے ترتیبی زیادہ آجائے تو از سر نو اسے ترتیب دینا چاہیے۔

میں لاہور نہیں گیا۔جانا چاہتا ہوں تا کہ کتاب ''مرشد ذاکر صاحب ہمارے ذاکر صاحب'' ایڈیٹ کر کے دوبارہ چھپوا سکوں۔پھر سوچتا ہوں جو ہوا سو ہوا۔اگر کبھی دوسرے ایڈیشن کی نوبت آئی تو پھر پریس میں کھڑے ہو کر چھپواؤں گا۔

غالب نکتہ داں کو دانیال نے شائع کیا ہے یہ کتاب بہت خوب صورت چھپی ہے۔دیباچہ میں دو غلطیاں پروف کی رہ گئی ہیں۔دانیال کی مہتمم ایک بچی ہے۔حوری اس کے مرحوم ذاکر صاحب سے بڑے اچھے مراسم تھے۔اس کی والدہ مجھے بہت اچھی طرح جانتی ہیں حوری تو میرے سامنے پیدا ہوئی۔چچا کہتی اور سمجھتی ہے حیرت اس پر ہے کہ کتاب صرف چھپی ہی نہیں بلکہ اس کے ساڑے تین سو کاپیاں فروخت ہو چکی ہیں۔مجھے اس نے پی آئی اے کے ذریعہ پٹنہ کتابیں بھیجی تھیں ایک میں نے رکھ لی باقی سب علی گڑھ بھیج دیں۔میں نے اقبال رشید صاحب کو لکھا ہے کہ کتاب آپ کو روانہ کروادیں اگر ہفتہ دس یوم میں نہ پہنچی تو میں یہاں

سے خرید کر بھیجوں گا۔ گزشتہ جنوری سے اب تک حوری کا خط نہیں آیا میں اسے لکھوں گا کہ تبصرے کے لیے آپ کو کتابیں بھیجے۔

آپ نے جس جہنم کا ذکر کیا ہے وہ ملک کے بیش تر گھروں میں پایا جاتا ہے۔

مخلص

لطیف الزماں خاں

(۲۲)

لطیف الزماں خاں

پنج شنبہ ۲۵ر ستمبر ۱۹۹۷ء

آٹھ بجے شب

برادرم نظیر صاحب، السلام علیکم

آج سہ پہر آپ کا ۲۳ر ستمبر کا کرم نامہ مل گیا۔ ستمبر میں آپ کا مجھے کوئی خط نہیں ملا۔ آپ کا ۲۵ر اگست کا خط مجھے ۳۰ اگست کو ملا تھا۔ اسی روز جواب لکھا پھر آپ کا کوئی خط نہیں آیا۔ اسی مہینہ میں یہ آپ کا پہلا خط ہے جو مجھے ملا۔

''گنج ہائے گراں مایہ'' حصہ دوم میں نے آپ کو بھیجی تھی۔ مسعود حسین خاں صاحب کا دیباچہ دیکھئے وہ لکھتے ہیں ''میں شاگرد رشید ہوں'' یہ بہت اچھا ہوا کہ آپ نے رشید صاحب کے خطوط مسعود صاحب کے نام پڑھ لئے۔ میں نے آپ کو فوٹو اسٹیٹ اس مجموعہ کا بھیجا تھا۔ خلیل الرحمٰن اعظمی مرحوم۶۰ کے نام بھی رشید صاحب کے بعض خط رقعات نہیں مفصل خط ہیں۔

اب ایک واقعہ سنئے مسعود صاحب نے رشید صاحب کے تمام خطوط شائع نہیں کئے۔ بلکہ بڑی تعداد خطوط کی چھپالی۔ انھوں نے اپنا ذخیرہ کتب خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ کو فروخت کر دیا۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار صاحب۶۱ نے ان خطوط کو خدا بخش جرنل میں شائع کرایا۔ یعنی خطوط کے عکس چھاپ دیے۔ لیکن یہ پڑھے نہیں جاتے اب مہر الٰہی صاحب پٹنہ جائیں گے اور خطوط کی نقل تیار کریں گے۔ انہیں آئندہ رشید صاحب کے کسی مجموعہ میں شامل کر لیا جائے گا۔

مسعود صاحب کا مدت سے کوئی خط نہیں آیا۔ میزانِ نثر۶۲ کے دیباچہ کے لئے اب میں کسی کو زحمت نہیں دینا چاہتا میں شروع سے آپ کو لکھتا رہا ہوں کہ رشید صاحب کی تحریر کو کسی تعارف کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنے اس خیال پر سختی سے قائم ہوں اور ناقدین ادب کو کیوں زحمت دوں جب کہ وہ لکھنے کے لیے عجیب عجیب شرائط بتاتے ہیں۔

ورود مسعود۶۳ پاکستان کیا ہندوستان میں بھی دستیاب نہیں ہے۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ سے یہ کتاب چھپ رہی تھی ایک شخص نے عدالت سے اس کی اشاعت اور فروخت پر پابندی عائد کرا دی مقدمہ چلتا رہا پھر نہ معلوم کیا ہوا۔

سلیمان اطہر جاوید صاحب۶۴ کا پی ایچ ڈی کا مقالہ میرے پاس ہے۔ میری ایک عزیز شاگرد فیصل آباد میں ہے یہ کتاب کچھ اور کتابوں کے ساتھ اس کے پاس ہے آ جائے تو آپ کو اس کا دیباچہ کا عکس بنوا کر بھیج دوں گا۔

آپ کے نام میرے خطوط کا مجموعہ کمپوز ہو گیا۔ ناشر نے بتایا کہ درمیان میں بہت خطوط غائب ہیں اس وقت صورت حال یہ ہے۔

سن	تعداد	سن	تعداد	سن	تعداد
۱۹۷۱ء	۳	۱۹۷۲ء	۱۴	۱۹۷۳ء	۱۶
۱۹۷۴ء	۸	۱۹۷۵ء	۹	۱۹۷۶ء	۱۷
۱۹۷۷ء	۱۹	۱۹۷۸ء	۱۲	۱۹۷۹ء	۱۴
۱۹۸۰ء	۲۵	۱۹۸۱ء	۲۰	۱۹۸۳ء	۴
۱۹۸۴ء	۱۰				

میرا خیال ہے کہ ہفتے میں دو خط تو ضرور آئے اور گئے۔ دو نہ بھی ہوں تو ایک خط میں تو شبہ نہیں۔ پبلشر نے شدید خواہش کا اظہار کیا ہے کہ آپ از راہ کرم خطوط تلاش کر دیں۔ میں جانتا ہوں یہ غیر تحقیقی کام آپ کے لیے مشکل ہو گا۔ اب جب کہ مجھے ایسا پبلشر مل گیا ہے جو یہ کہتا ہے کہ اگر دو مجموعے بھی چھاپنا پڑے تو وہ چھاپ دے گا۔ میری بھی خواہش یہی ہے کہ آپ کرم فرمائیں۔ میں نے شاید ہی آپ کو کسی کام کے لئے کبھی زحمت دی ہو۔ ہاں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہا ہوں۔ میری درخواست ہے کہ خطوط تلاش کر دیجئے۔ میں آپ کو بھی کسی اور کام کے لئے کبھی نہیں لکھوں گا۔ امید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔

میں نے تو ابھی مسودہ دیکھا نہیں پبلشر نے بتایا ہے کہ بیشتر خطوط میں کاتب، کتابت، کتاب کی اشاعت کے گرد خطوط گھومتے ہیں بس کہیں کہیں ادبی باتیں آتی ہیں وہ چاہتا ہے کہ میرے سارے خطوط چھاپ دے خواہ دو جلدوں میں چھاپے۔

کیا میں امید کروں کہ آپ کرم فرمائیں گے۔ میں گذشتہ خط میں یہ لکھ چکا ہوں۔ کہ رشید صاحب کی کتابوں پر آپ مضامین لکھیے چھپوانے کی ذمہ داری میری ہے۔ اگر آپ کا مضمون قومی زبان میں نہیں چھپ سکتا، آپ نے یہی تاثر دیا تھا۔ میں اور رسائل میں آپ کے مضامین چھپوا دوں گا۔ بشرطیکہ آپ رشید صاحب کی کتابوں کے بارے میں لکھیں۔

میں عمر کے بہترویں سال میں ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ صحت ٹھیک ہے۔ پچھلے دنوں عرق النساء نے سر اٹھایا اب ٹھیک ہوں آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ اس وقت رشید صاحب کی دو کتابیں پریس میں ہیں۔ خطوط رشید احمد صدیقی جلد اوّل کا دوسرا ایڈیشن لاہور سے شائع ہو گا۔ اس میں صرف رشید صاحب کے عزیزوں کے نام خطوط ہیں باقی خطوط میں نے نکال دئے کسی اور مجموعہ میں شامل کروں گا۔ شاید تین سو صفحات ہوں گے۔

اقبال پر رشید صاحب کے تمام مضامین کو یک جا کر دیا ہے اور مضامین سے اقتباسات نقل کر دئے ہیں۔ یہ کتاب دسمبر تک کراچی سے شائع ہو جائے گی۔ خطوطِ رشید احمد صدیقی جلد سوم کی کتابت ہو رہی ہے چند صفحات ہی اور باقی ہیں۔ مختصر سا دیباچہ لکھوں گا کوشش کروں گا کہ جنوری میں چھپ جائے۔ اب میں میزان نثر جلد اوّل پر توجہ دوں گا۔ انشاء اللہ جلد دیباچہ لکھوں گا۔ فہرست تیار کراؤں گا اور Pasting کا کام شروع کرا دوں گا اور کوشش کروں گا کہ ۱۹۹۸ء کی پہلی شش ماہی میں جلد چھپ جائے۔

مخلص

لطیف الزماں خاں

لطیف الزماں خاں
چہارشنبہ ۶ رستمبر ۲۰۰۰ء
گیارہ بجے شب

برادرم نظیر صاحب، السلام علیکم

آپ کا ۲ رستمبر کا خط آج مل گیا، میں ۳۱ راگست کو دوپہر کی فلائٹ سے آ گیا تھا۔ بہت سے خطوط آئے ہوئے رکھے تھے مگر ان میں آپ کا خط نہ پا کر تشویش ہوئی تھی کہ کہیں میرا ۱۹ راگست کا خط گم تو نہیں ہو گیا۔ بارے یہ پریشانی دور ہوئی۔

آپ نے اچھا کیا کہ مختار مسعود صاحب ۶۵؎ کو میرے خط کا فوٹو اسٹیٹ بھیج دیا۔ میں انہیں جلد ہی خط لکھوں گا۔ میں ۳۱ راگست کو مغرب سے ذرا قبل مشفق خواجہ صاحب سے ملا ان کا دل میری طرف سے صاف ہے انہیں ہے یقین تھا کہ یہ اوچھا وار معین صاحب یا ان کے کسی حواری کا کیا ہوا ہے میں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ میں نے ڈاکٹر وحید قریشی صاحب ۶۶؎ کو بھی اس خط کی نقل بھیج دی تھی۔ جو میں نے مشفق خواجہ کو لکھا تھا۔

معین الرحمٰن حماقتیں تسلسل کے ساتھ کرتے آئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ کوئی پڑھتا تو ہے نہیں جو چاہیں لکھیں کون پوچھے گا۔ خطبات رشید احمد صدیقی کے دیباچے میں، میں نے ان کا نام لے کر لکھا کہ انہوں نے رشید صاحب کی تحریریں اپنے نام سے شائع کی ہیں ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ خطوط رشید احمد صدیقی جلد دوم میں دیباچے میں میں نے لکھا کہ بشریٰ باسط ۶۷؎ کا مقالہ ادا جعفری شخصیت اور شاعری انہوں نے اپنے نام سے شائع کر لیا۔ ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جب ان کی کتاب ''اٹھارہ سو ستاون'' شائع ہوئی میں نے براہ راست انھیں لکھا کہ ''دستنبو'' کا یہ ترجمہ ان کا نہیں ہے ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ پرتھوی چندر کی کتاب ''جاگیر غالب''، معین صاحب نے اپنے نام سے شائع کر لی میں نے ماہ نامہ سورج لاہور کے غالب نمبر میں اصل کتاب شائع کرا دی ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ رشید صاحب کے مضمون ''کوئی بتلاؤ کے ہم بتلائیں کیا'' میں یہ بے مثل عبارت آئی ہے۔

مجھ سے اگر پوچھا جائے کہ مغلوں نے ہندوستان کو کیا دیا تو میں بے تکلف، تین نام لوں گا اردو، تاج محل اور غالب۔ معین صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں اسے بجنوری ۶۸؎ سے منسوب کیا ہے۔ یہ انٹرویو قومی زبان کراچی میں شائع ہوا۔

آپ نے مجھے ''نذر نظیر'' بھیجی تھی میں نے ہی Point out کیا کہ یہ صاحب تو کبھی ہندوستان نہیں گئے۔ اور دعویٰ کر رہے ہیں کہ علی گڑھ، لکھنؤ اور الہ آباد کی جامعات میں تعلیم حاصل کی وہ جھوٹ بول رہے ہیں کہ سہو کاتب ہے۔ رشید صاحب کی جعلی تصویر اپنے ساتھ لگائی اور سمجھ رہے کہ دور و نزدیک کے لوگوں سے بڑی داد پائی۔

انہوں نے دیوان غالب نسخۂ لاہور چوری کیا۔ اسے نسخۂ خواجہ بنا ڈالا۔ یہ بھی افواہ ہے کہ جن خواجہ صاحب سے یہ منسوب کیا گیا ہے انہوں نے معذرت کی کہ ''مجھے بخشو'' تب موصوف نے خواجہ منظور صاحب ۶۹؎ کا نام لیا۔

آپ کے پاس تو نسخۂ خواجہ ہوگا۔ پہلا صفحہ دیکھیے۔ آپ کو ایک نہیں دو رنگ نظر آئیں گے ل۔ فتے وین رفیع دین لکھوایا گیا ہے وہاں پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی مہر تھی۔

میں وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کو خط لکھوں گا کہ نسخہ کا کاربن ٹیسٹ کرالیں دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔

معین صاحب صاحب ثروت شخص ہیں روزنامہ ''جنگ'' لاہور میں دو ماہ قبل ان کی سخاوت کا ذکر تھا۔ انہیں نام چاہیئے تھا خواہ وہ بدنام ہو کر ہی کیوں نہ حاصل ہو۔ وہ واقعی نام کماتے ہیں کامیاب ہو کے یہ الگ بات ہے کہ ان کا نام بھی جعل سازوں کے ساتھ لیا جائے گا۔

رشید حسن خاں ۷۰ے صاحب کا خط آیا وہ ٹھگوں کی زبان کی لغت اسے تیار کر رہے ہیں اور اس کا انتساب ادبی ٹھگوں کے نام ہوگا جو غالب کو ہدف بنائے ہوئے ہیں۔ میں اگر ایسا انتساب لکھتا تو پہلا نام ڈاکٹر نثار احمد فاروقی ۲۷ے کا اور دوسرا نام معین الرحمٰن کا لکھتا۔

اگر آپ کی صحت اجازت دے تو ضرور بالضرور دلی جایئے اور سودا پر مضمون پڑھیئے۔ گزرگاہ خیال کا انتظار رہے گا۔

آپ کا

لطیف الزماں خاں

(۲۴)

لطیف الزماں اں

چہارشنبہ یکم اکتوبر ۲۰۰۰ء

آٹھ بجے شب

برادرم نظیر صاحب، السلام علیکم

آج آپ کا ۳۰؍ اکتوبر کا خط پا کر خوشی اور مسرت کا احساس ہوا اور پھر رنج و افسوس ہوا۔ خوشی اس بات کی ہے کہ مولانا آزاد مرحوم کے بارے میں میرا خط پڑھ کر آپ مسرور اور مطمئن ہوئے اور رنج اس بات کا کہ آپ کو علی گڑھ کا ویزا نہ ملا۔ اگر مجھے سارے ہندوستان کا اوپن ویزا ملے اور علی گڑھ کا ویزا نہ ملے تو میں ہرگز ہرگز ہندوستان نہ جاؤں گا۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ آپ سعودی عرب جائیں اور مدینہ منورہ نہ جائیں۔

عجیب بات میرے اکثر احباب نے میرے خطوط پڑھ کر مجھ سے پوچھا کہ میرے مضامین کہاں چھپتے ہیں میں نے مضامین بہت کم لکھے ہیں۔ مجھے جو کچھ کہنا ہوتا ہے وہ میں بے تکلفی سے خط میں لکھ دیتا ہوں۔ مضمون کی اپنی حدود و قیود ہوتی ہیں اور میں ہر پابندی سے گھبراتا ہوں۔

میں اگر مولانا آزاد پر مضمون لکھتا تو پھر آپ کو ایسا خط نہ لکھ پاتا جیسا کہ لکھا۔ اطمینان رکھئے زندگی رہی تو انشاء اللہ آئندہ سال خطوط کا مجموعہ چھپ جائے گا۔

بھائی میرے خط کی نقل ہندوستان نہ لے جایئے۔ اگر ریاض الرحمٰن صاحب ۳ے نے اسے شائع کر دیا تو پھر یہاں غدار کہلاؤں گا۔ اور وہاں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں کہ مجھے علی گڑھ کا ویزا ہی نہ ملے۔

میں اس خط کو شائع تو کروں گا مگر بعض جملے قلم زد کر دوں گا۔ میرے لئے سب سے بڑا انعام یہی ہے کہ آپ کو میں نے سچی باتیں لکھیں اور آپ نے خط پسند کیا۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ مجھے اور آپ کو اور ہم جیسوں کو ''ہندوستانی'' کہا جاتا ہے صرف اس لیے کہ میں اور آپ اردو لکھتے اور بولتے ہیں۔ بے وقوف اتنی بات نہیں سمجھتے کہ اردو ہماری ماں ہے اور ماں کو بدنصیب سے بدنصیب شخص نہیں چھوڑ سکتا۔

میرے جو خطوط آپ نے بھیجے وہ محفوظ تو ہیں لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ خط جس میں میں نے لکھا تھا کہ رشید صاحب سے متعلق آپ کا مضمون (تاثرات وتعصّبات میں) کے پیراگرافز مجھے ازبر ہیں۔اس مضمون کو پڑھے ہوئے زمانہ ہوا مگر میں آج بھی رشید صاحب کے بارے میں آپ کے جملے سنا سکتا ہوں جو تعداد میں کم نہیں ہوں گے۔

رشید صاحب کے بارے میں لکھے ہوئے مضامین کی تعداد بھی میرے ذخیرہ میں کم نہیں ہے۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کے مضمون سے بہتر مضمون اب تک نہیں لکھا گیا۔اور اگر لکھا گیا ہے تو میرے علم میں نہیں ہے۔میزان نثر جلد چہارم کی Pasting اگرچہ کہ مکمل ہو چکی ہے مگر میں نے کل یہ فیصلہ کیا کہ آپ کے مضمون کو اس جلد میں شامل کروں گا۔بطور دیباچہ کے میں جانتا ہوں یہ ایک مشکل کام ہے۔ممکن ہے کاپیاں دوبارہ جوڑنی پڑیں۔ممکن ہے سولہ صفحہ کی ایک نئی کاپی بنانی پڑے۔کتابت کا تو وقت رہا نہیں کمپیوٹر پر مضمون کمپوز کراؤں گا۔اجازت ہے۔؟

میرے سارے خط آپ واپس کریں نہ کریں۔مولانا آزاد سے متعلق خط ضرور واپس کر دیجئے۔خدا سے اور آپ سے تو میں نہیں ڈرتا مگر خدا کے بندوں اور سیاسی لوگوں سے ڈرتا ہوں۔غداری کا لیبل ایک سیکنڈ میں اور وہاں بھی خدا کے ایسے بندوں کی کمی نہیں جو کہتے ہیں

اس نے حق گوئی کی جرات کی ہے
اس کو پابندہ سلاسل کر دو
یا جہنم اسے واصل کر دو

آپ کا

لطیف الزماں خاں

پس نوشت: آپ نے گزرگاہ خیال کے دو نسخے ابھی تک نہیں بھیجے۔کرم کیجئے اور بواپسی ڈاک بھیج دیجیے۔عزیزان علی گڑھ بخطِ رشید احمد صدیقی کے دو پیکٹ آج ہی آئے ہیں ایک آپ کے لیے کل اس خط کے ساتھ روانہ کروں گا۔

(۲۵)

لطیف الزماں خاں

پنج شنبہ ۲رنومبر ۲۰۰۰ء

برادرم نظیر صاحب

صبح نو بجنے والے ہیں اور ملازم اب تک نہیں آیا۔آ جائے تو کتاب پر کاغذ چڑھاؤں ستلی سے بندھواؤں اور خود ڈاک خانہ جا کر رجسٹری سے بھیجوں۔قلم کہیں رکھ کر بھول گیا ہوں اس لئے باریک فاؤنٹین پن کے نب اور ہلکی سبز روشنائی سے یہ خطوط لکھ رہا ہوں میں ہمیشہ پیلی کن Palikan روشنائی استعمال کرتا ہوں یہ جرمنی سے آتی ہے۔فرانس میں بننے والی ہر خوشبو لالوکھیت کراچی میں بنتی ہے۔مسلمانوں کا اللہ بھلا کرے پیلی کن انک بھی اب لالوکھیت میں بننے لگی ہے۔فرانس کی خوشبو اور جرمنی کی روشنائی میں ہمارا ملک خود کفیل ہے۔

میں یہ لکھنا بھول گیا کہ رشید صاحب کے خطوط کا نیا مجموعہ کس منزل میں ہے۔یہ تمام خطوط ڈاکٹر احسان رشید

صاحب کے نام ہیں خطوط تو میں نے پچھلے سال ہی نقل کر لئے تھے پریشانی یہ ہے کہ خطوط میں جن افراد کے نام آئے ہیں ان کی تفصیل کیسے معلوم ہو۔ جن حضرات کے بارے میں مجھے علم ہے وہ تو میں لکھ رہا ہوں۔ کچھ کے بارے میں اقبال رشید صدیقی صاحب نے اطلاعات فراہم کی ہیں۔ اب میری سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ احسان صاحب خط کا جواب نہیں دیتے۔ کبھی سال دو سال میں جواب آیا آیا نہ آیا۔

میں حواشی جیسے بھی لکھ سکوں گا لکھ لوں گا۔ اور خطوط کا یہ مجموعہ جنوری رجون ۲۰۰۱ء کے درمیان کسی وقت چھپوالوں گا۔ اب کاتب بھی نہیں ملتا۔ یہ مجموعہ کمپیوٹر پر کمپوز ہوگا۔

بھائی بواپسی ڈاک گزرگاہ خیال کے دو نسخے واپس ڈاک بھیج دیجیے

مخلص

لطیف الزماں خاں

☆ میں نے کاپی جوڑنے والے کو بلایا ہے۔ ۴ نومبر کو معلوم ہوگا کہ آپ کا مضمون رشید صاحب کے بارے میں کتنے صفحہ میں آئے گا۔ ابتدائی چھ صفحات تو ٹائٹل پیج، ضابطہ، فہرست مضامین اور گزارشات کے لیے۔ اب مضمون کو باریک یا موٹے خط میں اس طرح ٹائپ کرانا ہے کہ دس صفحات میں آجائے یوں سولہ صفحات کی ایک کاپی بن جائے گی۔ تھوڑی سی گھبراہٹ ضرور ہے لیکن میں اس کام کو پورا ضرور کرلوں گا۔

اب سوا نو بج گئے ملازم آ گیا۔ عزیزان علی گڑھ بخط رشید احمد صدیقی کو روانہ کرتا ہوں۔

حوالے و حواشی:

تمہید:

۱۔ کالی داس گپتا (۲۵/ اگست ۱۹۲۵ء: ۲۱/ مارچ ۲۰۰۱ء) بھارت کے نامور ادیب، شاعر، محقق اور غالب شناس۔ آپ ۲۲ سال تک بسلسلہ کاروبار جنوبی افریقہ میں مقیم رہے پھر بمبئی آ گئے اور یہیں انتقال ہوا۔ (بحوالہ: مکاتیب مشفق خواجہ بنام ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ادارہ مطبوعات سلیمانی، لاہور، فروری ۲۰۰۸ء، ص ۹۹)

۲۔ لطیف الزماں خاں کا خصوصی انٹرویو ''شگفتہ بلوچ'' مشمولہ ''جنگ'' سنڈے میگزین، ۱۳/ فروری ۲۰۱۱ء، ص ۸ ملخصاً تفصیل ملاحظہ فرمائیے زیرِ نظر شمارہ مجلّہ ''تحقیق'' خطوط نثار احمد فاروقی بنام لطیف الزماں خاں مرتب: ڈاکٹر ابرار عبدالسلام۔

۳۔ ناصر عباس نیر: ''معمارِ ادب، نظیر صدیقی'' راول پنڈی، مارشل پریس، ۲۰۰۳ء، ص ۱۰۔

۴۔ خواجہ عبدالرحمٰن طارق ''مشفق خواجہ بنام نظیر صدیقی ''ایک معصوم انسان'' مشمولہ ماہ نامہ ''قومی زبان''، کراچی، مارچ ۲۰۰۷ء، ص ۶۷۔۶۸۔

۵۔ مشفق خواجہ کے معاصرین و احباب (اُن کے خطوط کی روشنی میں) پروفیسر مختار الدین احمد، مشمولہ ماہ نامہ ''قومی زبان''، کراچی، فروری ۲۰۰۶ء، مستفاد۔

متن:

۱۔ ڈاکٹر احسان رشید: (۲۳ر اکتوبر ۱۹۲۷ء،۱۴ر فروری ۲۰۰۲ء) پروفیسر رشید احمد صدیقی کے صاحب زادے ایک عرصے تک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں معاشیات کے لیکچرر رہے۔ پھر پاکستان آ گئے اور کراچی یونیورسٹی شعبۂ معاشیات کے سربراہ رہے اور بعد میں کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہوئے۔ آپ (۱۹۸۲ء تا ۸۶ء) اردن میں پاکستان کے سفیر بھی رہے۔ (بحوالہ: آپ بیتی ''رشید احمد صدیقی مرتب: ڈاکٹر معین الرحمٰن، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۳۵۔)

۲۔ ڈاکٹر جمیل جالبی: ۱۲ جون ۱۹۲۹ء کو علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ ہی میں حاصل کی۔ ۱۹۴۳ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول سہارن پور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میرٹھ کالج سے ۱۹۴۵ء میں ایف۔ اے اور ۱۹۴۷ء میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۷ء میں پاکستان آ گئے اور کراچی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ بہادر یار جنگ ہائی اسکول میں صدر مدرس کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی ملازمت کے دوران ایم۔ اے اور ایل ایل بی کے امتحانات پاس کیے۔ اس کے بعد سندھ یونیورسٹی سے پی ایچ۔ ڈی اور ۱۹۷۵ء میں ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں سی ایس ایس کا امتحان پاس کر کے انکم ٹیکس آفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۳ء تا ۱۹۸۷ء کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔ ۱۹۸۷ء میں مقتدرہ قومی زبان کے چیئر مین مقرر ہوئے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کی تنقیدی تصانیف و تالیفات میں ''تنقید اور تجربہ''، ''نئی تنقید''، ''ادب کلچر اور مسائل''، ''محمد تقی میر''، ''معاصر ادب''، ''قومی زبان''، ''یک جہتی نفاذ اور مسائل''، اور قلندر بخش جرات لکھنوی تہذیب کا نمائندہ شاعر شامل ہیں۔ تحقیقی کتابوں میں: مثنوی کدم راؤ پدم راؤ، دیوان حسن شوقی، دیوان نصرتی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی اہم کتابوں میں قدیم اردو کی لغت، فرہنگ اصطلاحات، جامع عثمانیہ۔ تاریخ ادب اردو جلد اول تا چہارم شامل ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کو ان کے علمی خدمات کے اعتراف میں (۱) داؤد ادبی انعام ۱۹۶۴ء، ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۷۵ء۔ (۲) یونیورسٹی گولڈ میڈل ۱۹۸۷ء (۳) محمد طفیل آدم جی ایوارڈ ۱۹۸۹ء۔ (۴) ستارۂ امتیاز حکومت پاکستان ۱۹۹۰ء۔ (۵) ہلالِ امتیاز حکومت پاکستان ۱۹۹۴ء سے نوازا گیا۔

(بحوالہ: احمد حسین صدیقی مرتب، دبستانوں کا دبستان کراچی، محمد حسین اکیڈمی، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۱۱۹۔ ۱۲۰)

۳۔ یہ رشید احمد صدیقی کے تنقیدی مضامین ہیں جو ''نقش ہائے رنگ رنگ''، مرتبہ: نظیر صدیقی، کاروانِ ادب، ملتان ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئے۔ ''سرسیّد اور علی گڑھ''، ص ۲۱۔ ۴۶، ''کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا''، ص ۴۷۔ ۵۵ اور ''اکبر الہ آبادی''، ص ۵۷۔ ۷۳۔

۴۔ اس کتاب میں مرحوم نظیر صدیقی کے بارے میں مختلف مضمون نگاروں کی آراء تھیں لیکن یہ کتاب ملتان سے شائع نہیں ہوئی۔ (بحوالہ: لطیف الزماں خاں بذریعہ خط ۵ر نومبر ۲۰۱۲ء)۔

۵۔ ''نقش ہائے رنگ رنگ'' (رشید احمد صدیقی کی غیر مدون تحریریں) مرتبہ: نظیر صدیقی، کاروان ادب، ملتان سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئی۔

۶۔ عبدالحمید عدم (۱۰/اپریل ۱۹۱۰ء۔ ۱۰/مارچ ۱۹۸۱ء) اُردو کے معروف شاعر ۵۰ کے قریب شعری مجموعے: نقشِ دوام، زلف پریشاں، خرابات، قصرِ شیریں، رم آہو، نگار خانہ، جنم کدہ، قول و قرار، زیرِ لب، شہرِ خوباں، گلناز، جنس گراں، عکس جام، ساز و صدف، آبِ رواں وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ (بحوالہ: ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ، وفیات نامورانِ پاکستان، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۵۴۳)۔

۷۔ مرحوم رشید احمد صدیقی نے ''فانی بدایونی'' کے دیوان پر بے مثل مقدمہ لکھا تھا۔ (بحوالہ: لطیف الزماں خاں سے بذریعہ خط ۵/نومبر ۲۰۱۲ء)۔

۸۔ سرگزشت عہد گل۔ رشید احمد صدیقی کا مضمون ہے جو اُن کی کتاب ''مضامین رشید'' میں شامل ہے یہ کتاب اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی نے شائع کی۔ سن ندارد۔

۹۔ نذیر احمد صاحب گورنمنٹ کالج سرسید روڈ ملتان میں لطیف الزماں خاں کے رفیق کار تھے۔ بعد میں مرکزی حکومت میں ڈپٹی سیکریٹری ہو کر اسلام آباد چلے گئے۔ کینسر کے مرض میں مبتلا ہو کر اسلام آباد میں انتقال ہوا۔ (بحوالہ: لطیف الزماں خاں بذریعہ خط ۵/نومبر ۲۰۱۲ء۔)

۱۰۔ فیصل آباد کا پرانا نام۔

۱۱۔ مسعود اشعر روزنامہ ''امروز'' کے ایڈیٹر تھے اب لاہور میں قیام پذیر ہیں۔ (بحوالہ: لطیف الزماں خاں بذریعہ خط ۵/نومبر ۲۰۱۲ء۔)

۱۲۔ محمد طفیل (۱۴/اگست ۱۹۲۳ء۔ ۵/جولائی ۱۹۸۶ء) کے آباؤ اجداد کا تعلق لاہور سے تھا، ذات کے اعتبار سے آرائیں تھے۔۔۔ محمد طفیل نے پرائمری تک ایم سی ہائی اسکول نور محلہ اندرون بھاٹی گیٹ لاہور سے حاصل کی۔ اسلامیہ ہائی اسکول بھاٹی گیٹ لاہور سے مڈل کے وظیفے کا امتحان اعلیٰ پوزیشن میں پاس کیا۔ اس کے بعد حالات زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ محمد طفیل نے ایک مشہور خوش نویس تاج الدین زریں سے کتابت سیکھی اور کتابت کے ذریعے کچھ رقم کمانے لگے۔ ۱۹۳۸ء میں ایک دوست کی اشتراک سے ''مکتبہ شعر و ادب'' کے نام سے کتابوں کی اشاعت کا کام شروع کیا لیکن جلد ہی اس کاروبار سے علیحدہ ہو گئے۔ ۱۹۴۴ء میں ''ادارۂ فروغ اُردو'' کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۴۸ء میں ایک اور ادارہ ''الناشر لمیٹڈ'' قائم کیا لیکن بدقسمتی سے یہ ادارہ بھی کام یابی سے ہم کنار نہ ہو سکا۔ مارچ ۱۹۴۸ء میں احمد ندیم قاسمی اور ہاجرہ مسرور کی ادارت میں ماہ نامہ ''نقوش'' جاری کیا۔ لیکن جب احمد ندیم قاسمی ہاجرہ مسرور اور وقار عظیم ادارت سے دست بردار ہوئے تو محمد طفیل نے خود اس کی ادارت سنبھال لی۔ اس طرح ''نقوش'' کا پہلا شمارہ مارچ/اپریل ۱۹۵۱ء میں منظر عام پر آیا۔ اور آخری شمارہ جون ۱۹۸۵ء کو، اس طرح محمد طفیل کی زیر ادارت شماروں کی تعداد ایک سو بہتر بنتی ہے۔

تصنیف و تالیف (خاکوں کے مجموعے) صاحب، جناب، آپ، محترم، مکرم، معظم، محبی، مخدومی، اوراق و صحافی خدمات: ''طلوع'' شمارہ ۱۹ تا ۱۳۳۔ ''روح ادب'': بطور ناشر شروع کیا یہ ادبی انتخاب پر مشتمل ایک رسالہ تھا جس کے صرف تین شمارے شائع ہوئے مدیر ''نقوش'' شمارہ ۱۹ تا ۱۳۳۔

غیر مطبوعہ تحریریں: برادرم، (مشاہیر کے نام محمد طفیل کے لکھے ہوئے خطوط) روزنامچہ (۲۱ جولائی ۱۹۸۴ء تا ۲۲ ستمبر ۱۹۸۴ء مغربی ممالک کے سفر کی روداد) سفر نامہ: حج کا سفر نامہ (جو بچوں کے لیے لکھا) شذرات: (مختصر فقروں پر مشتمل تحریریں)، ناچیز: (خودنوشت سوانح) (بحوالہ: محمد طفیل۔ حیات و خدمات، غیر مطبوعہ مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی اردو، مقالہ نگار محمد سرفراز احمد، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۲۰۰۶ء سے مستفاد)

۱۳۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے مرحوم نے علی گڑھ یونیورسٹی میں میڈیکل کالج بنوایا۔ اُن کے صاحب زادے نے کراچی میں ضیاء الدین ہسپتال قائم کیا۔ رشید احمد صدیقی نے ڈاکٹر ضیاء الدین پر خاکہ تحریر فرمایا تھا۔ (بحوالہ: لطیف الزماں خاں بذریعہ خط ۵/نومبر ۲۰۱۲ء)

۱۴۔ ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن: (۵/نومبر ۱۹۴۲ء۔ ۵/اگست ۲۰۰۵ء)۔ آپ اُردو کے نامور ادیب، محقق، نقاد، ماہر غالبیات اور ماہر تعلیم تھے آپ ۱۹۲۴ء تا ۱۹۸۱ء صدر شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج، فیصل آباد اور ۱۹۸۱ء تا ۲۰۰۲ء صدر شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج لاہور رہے۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں: بابائے اردو احوال و افکار (۱۹۶۴ء) اشاریہ غالب (۱۹۶۹ء)، قائد اعظم اور لائل پور (۱۹۷۲ء)، غالب اور انقلاب ستاون (۱۹۷۴ء)، ذکرِ عبدالحق (۱۹۷۵ء) تحقیقِ غالب (۱۹۸۱ء)، یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق (۱۹۸۹ء)، غالب کا علمی سرمایہ (۱۹۸۹ء)، دیوانِ غالب نسخۂ خواجہ (۱۹۹۸ء) یادگارِ عبدالحق (۲۰۰۲ء)۔ ڈاکٹر معین الرحمٰن کو ان کے تحقیقی علمی خدمات پر ۱۹۹۸ء میں صدارتی ایوارڈ اعزاز فضیلت سے نوازا گیا۔

(بحوالہ: ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ، مرتب: وفیات اہل قلم پاکستان ۲۰۰۵ء ماہ نامہ، اخبارِ اردو، اسلام آباد، مارچ ۲۰۰۶ء، ص ۵۷)

۱۵۔ ا۔ ''نامۂ فارسی غالب'' مرتبہ: سید اکبر علی ترمذی، اور ۲۔ ''متفرقاتِ غالب'' مرتب: مسعود حسن رضوی ادیب۔ (بحوالہ: لطیف الزماں خاں بذریعہ خط ۵/نومبر ۲۰۱۲ء)

۱۶۔ شہزاد منظر: (پ: یکم جنوری ۱۹۳۳ء)۔ صحافی، افسانہ نگار، امرتلہ لین کلکتہ، مغربی بنگال میں پیدا ہوئے۔ شہزاد منظر کا اصل نام ابراہیم عبدالرحمٰن عارف اور ان کے والد کا نام عبدالرحمٰن احمد عارف تھا۔ بی۔ اے تک تعلیم حاصل کی۔ شہزاد، تقسیم کے بہت دن بعد تک ہندوستان میں رہے۔ ۱۹۶۴ء میں جب کلکتہ کے حالات خراب ہوئے تو اپنے بہن بہنوئی کے پاس ڈھاکہ آگئے۔ پھر یہاں سے کراچی پہنچے یہاں آتے ہی روزنامہ ''جنگ'' سے وابستہ ہوگئے۔ اس کے بعد روزنامہ ''پیان'' میں رہے اس طرح وہ صحافت کے پیشے سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ ۱۹/نومبر ۱۹۹۷ء کو شہزاد منظر نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

شہزاد منظر نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں ا۔ جدید اردو افسانہ (تنقید)، ۲۔ اندھیری رات کا تنہا مسافر، ۳۔ رّدِعمل، ۴۔ ندیا کہاں ہے تیرا دیس۔ (ایک ناولٹ اور تیرہ افسانے)، ۵۔ علامتی افسانے کے ابلاغ کا مسئلہ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے ایک طویل عرصہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی میں بھی گزارا۔ (بحوالہ: دبستانوں کا دبستان کراچی، جلد اوّل، ص ۲۶۴۔۲۶۵ ملخصاً)

۱۷۔ کلیم الدین احمد (متوفی ۱۹۸۴ء) معروف نقاد، محقق اور ادیب۔ اردو شاعری پر ایک نظر، اُردو تنقید پر ایک نظر، سخن

ہائے گفتنی اور فن داستان گوئی جیسی کتابوں کے مصنف۔ (بحوالہ: ڈاکٹر انور سدید: ''اُردو ادب کی مختصر تاریخ'' اے ایچ پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۴۴۴۔)

۱۸۔ قرۃ العین حیدر (۱۶ جنوری ۱۹۲۶ء۔ ۲۱ اگست ۲۰۰۷ء)۔ ناول نگار اور افسانہ نویس سید سجاد حیدر یلدرم مرحوم کی صاحب زادی، ۱۹۴۷ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے انگریزی میں ایم اے کی ڈگری لی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ لکھنؤ آرٹ کالج سے ڈپلوما حاصل کیا۔ ۱۹۴۶ء میں افسانوں کا مجموعہ ''ستاروں سے آگے'' اور ۱۹۴۹ء میں پہلا ناول ''میرے بھی صنم خانے'' شائع ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں کراچی چلی آئیں اور حکومتِ پاکستان کے شعبہ اطلاعات و فلم سے وابستہ ہو گئیں۔ یہیں دوسرا ناول ''سفینۂ غم ودل'' اور تیسرا ناول ''آگ کا دریا'' لکھا۔ دوبارہ انگلستان سے واپسی پر ترکِ وطن کر کے بمبئی چلی گئیں اور شعبہ اطلاعات میں ملازمت اختیار کر لی۔ (بحوالہ: اردو انسائیکلو پیڈیا، فیروز سنز، لاہور ۱۹۶۸ء، ص ۱۰۸۹)

۱۹۔ شیرازۂ خیال: مرتب: نظیر صدیقی ''کاروانِ ادب'' ملتان سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی صفحات ۳۶۳ مشمولات: چند ضروری باتیں: نظیر صدیقی خطبات اور صدارتی تقاریر: ۸، شخصی خاکے: ۳، مقدمے دیباچے: ۷، اتنقیدی مضامین: ترقی پسند ادب۔ (بحوالہ: ڈاکٹر معین الرحمٰن مرتب: آپ بیتی ''رشید احمد صدیقی''، ص ۱۶۔

۲۰۔ نظیر صدیقی کی تنقیدی مضامین پر مشتمل کتاب جو ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔

۲۱۔ ڈاکٹر محمد حسن (پ: یکم جولائی ۱۹۲۶ء، مراد آباد) معروف نقاد، سابق استاد شعبۂ اردو جواہر لال یونیورسٹی دہلی، ''ہندی ادب کی تاریخ، اور ''دہلی میں اردو شاعری کا فکری تہذیبی پس منظر'' جیسی قابل قدر کتابوں کے مصنف۔ (بحوالہ: خواجہ عبدالرحمٰن طارق، مرتب، مکتوبات مشفق خواجہ بنام نظیر صدیقی، ادارہ مطبوعاتِ سلطانی، لاہور، اگست ۲۰۱۰ء، ص ۳۲۹۔)

۲۲۔ مشفق خواجہ: (خواجہ عبدالحئی) محقق، نقاد، شاعر و ادیب، کالم نگار، ۱۹ دسمبر ۱۹۳۵ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ ۱۹۴۸ء میں والدین کے ہمراہ لاہور سے کراچی منتقل ہوئے۔ میٹرک کا امتحان پرائیویٹ طور پر ۱۹۵۲ء میں پاس کیا۔ ۱۹۵۴ء میں اسلامیہ کالج کراچی سے ایف۔اے اور ۱۹۵۷ء میں جامعہ کراچی سے بی اے (آنرز) کیا۔ ۱۹۵۷ء تا ۱۹۶۱ء تک بابائے اردو کے ساتھ علمی و ادبی معاونت کرتے رہے۔ ۱۹۵۷ء تا ۱۹۷۳ء مددگار، معتمد اور علمی و ادبی مشیر انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی سے وابستگی رہی آپ مدیر: ''قومی زبان'' اور مدیر ''اردو'' رہے۔ ۱۹۵۸ء میں جامعہ کراچی سے ایم۔اے اردو کیا۔ ۱۹۶۴ء میں پروفیسر آمنہ صدیقی (مؤلفہ: افکارِ عبدالحق) سے شادی کی آپ کا انتقال ۲۱ فروری ۲۰۰۵ء کو کراچی میں ہوا۔

مشفق خواجہ کے لکھے ہوئے کالم جسارت، تکبیر، صداقت اور زندگی میں شائع ہوتے رہے اور کئی جلدوں میں کتابی صورت میں طبع ہوئے۔ آپ نے ریڈیو کے لیے بھی سیکڑوں فیچر لکھے۔

کتب: خوش معرکۂ زیبا (سعادت علی ناصر، تدوین و تقدیم جلد ا، ۱۹۷۰ء) اقبال از احمد دین (ترتیب و تقدیم) ابیات (شعری مجموعہ ۱۹۷۸ء) جائزہ مخطوطاتِ اردو (۱۹۷۹ء)، غالب اور صغیر بلگرامی (۱۹۸۱ء)، تحقیق نامہ

(مقالات ۱۹۹۱ء)، کلیاتِ یگانہ خطوطِ یگانہ، کالم: خامہ بگوش کے قلم سے (مرتبہ: مظفر علی سید) آپ کو ان علمی و ادبی خدمات پر ۱۹۹۴ء میں صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی عطا کیا گیا۔ (بحوالہ: مکاتیب مشفق خواجہ بنام رفیع الدین ہاشمی، مرتب: ادارۂ مطبوعات سلیمانی ۲۰۰۸ء، ۳۷۔۳۸ ملخصاً)

۲۳۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا اصل نام سید دلدار علی ہے۔ آپ ۲۶ جنوری ۱۹۲۶ء کو فتح پور میں پیدا ہوئے ۱۹۵۸ء میں ایم۔اے اردو کا امتحان فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن سے پاس کیا، کراچی یونیورسٹی سے ''اردو کی منظوم داستانیں'' پر تحقیقی کام کر کے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ ۱۹۷۴ء میں ''اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری'' پر کراچی یونیورسٹی سے ''ڈی لٹ'' کی ڈگری حاصل کی اگست ۱۹۵۸ء میں شعبۂ اردو کراچی یونیورسٹی سے منسلک ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں اردو ڈکشنری بورڈ کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیے۔ صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان نے ۱۹۸۵ء میں غیر معمولی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں ستارۂ امتیاز کے اعزاز سے سرفراز کیا۔ (مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیے امراؤ طارق کی مرتبہ کتاب ''ڈاکٹر فرقان فتح پوری حیات وخدمات'' فتح پور ایجوکیشنل سوسائٹی، کراچی ۱۹۹۴ء)

۲۴۔ نظیر صدیقی صاحب کی صاحب زادی۔

۲۵۔ لطیف الزماں خاں کی بیٹی کا نام جس کا ایک سال ایک ماہ بعد انتقال ہو گیا تھا۔ (بحوالہ: لطیف الزماں خاں بذریعہ خط ۵ر نومبر ۲۰۱۲ء)

۲۶۔ علی سردار جعفری (پ: ۱۹۱۱ء) ریاست بلرام پور (اودھ) میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ کے ایک مذہبی دارالعلوم سلطان المدارس میں داخل کیے گئے۔ لیکن ۱۹۲۵ء میں اسے چھوڑ کر بلرام پور ہائی اسکول میں داخل ہو گئے۔ ۱۹۳۲ء میں جب علی گڑھ میں بی۔اے کے طالب علم تھے ہڑتال میں حصہ لینے کے بنا پر وہاں سے نکال دیے گئے۔ ۱۹۳۵ء سے انجمن ترقی پسند مصنفین کے سرگرم رکن رہے۔ ۱۹۳۸ء میں عربک کالج دہلی سے بی۔اے کیا۔ ۱۹۳۹ء میں سبط حسن اور مجاز کی معیت میں لکھنؤ سے رسالہ ''نیا ادب'' نکالنا شروع کیا۔ اسی سال لکھنؤ یونیورسٹی میں ایم۔اے میں داخلہ لے لیا لیکن دسمبر ۱۹۴۰ء میں سیاسی سرگرمیوں کے سبب گرفتار کر لیے گئے کچھ عرصے لکھنؤ اور بنارس جیل میں رہے، رہا ہونے کے بعد بمبئی چلے گئے اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔ آپ نے مزدوروں، کاشت کاروں اور محنت کشوں کے مسائل پر ولولہ انگیز نظمیں لکھیں ''ترقی پسند ادب'' نامی کتاب آپ کے انتہا پسندی کے نظریے کی مظہر ہے (بحوالہ: اردو انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز لاہور ص ۱۰۰۵ ملخصاً)

۲۷۔ رشید احمد صدیقی کے حقیقی بھانجے، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں کیمیا کے استاد تھے۔ (بحوالہ: خطوط رشید احمد صدیقی، مرتبین مہر الٰہی ندیم رلطیف الزماں خاں، رائل بک، کراچی ۱۹۹۳ء، ص ۶۷)

۲۸۔ اختر جمال اردو افسانہ لکھتی تھیں، احسن علی خاں کی بیگم تھیں جس زمانے میں بھٹو صاحب کو پھانسی دی گئی دونوں میاں بیوی اپنے بیٹے کو لے کر امریکہ چلی گئے تھے۔ (بحوالہ: لطیف الزماں خاں بذریعہ خط ۵ر نومبر ۲۰۱۲ء)

۲۹۔ ''صابر کلوری'' صابر حسین (۲۲ مارچ ۱۹۴۹ء۔ ۲۳ مارچ ۲۰۰۸ء)۔ ممتاز ماہر اقبالیات، محقق، ادیب، استاد،

سربراہ شعبۂ اردو پشاور یونیورسٹی (دسمبر ۲۰۰۰ تا وفات ۲۰۰۸) آپ نے قلندر آباد ایبٹ آباد میں سرحد اردو اکیڈمی کے نام سے ایک تحقیقی ادارہ ۱۹۹۰ء میں قائم کیا جس کے تحت علامہ اقبال یادگار لائبریری ۲۵ ہزار کتب پر مشتمل لائبریری قائم کی۔اس ادارے سے اب تک ۱۴ کتب شائع ہو چکی ہیں۔صابر صاحب کی کتب یہ ہیں ا۔یادِ اقبال (سوانح ۱۹۷۷ء)، ۲۔اقبال کے ہم نشیں (۱۹۸۵ء)، ۳۔اشاریہ مکاتیب اقبال (۱۹۸۴ء، ۴۔کلیاتِ باقیات (۲۰۰۵ء)، ۵۔کتابیات آتش (۱۹۸۷ء)، ۶۔کتابیاتِ ناسخ (۱۹۸۷ء)۔مرتبات: ''خیابانِ اردو''، ٹیکسٹ بک برائے بی۔اے اردو (پارٹ اوّل برائے پشاور یونیورسٹی ۲۰۰۱ء ''خیابان'' (اصناف ادب نمبر) مجلہ شعبۂ اردو، پشاور یونیورسٹی ''خیابان'' (نوادرِ اقبال نمبر ۲۰۰۲ء ''مرقع اردو'': درسی کتب برائے ایف اے ٹیکسٹ بک بورڈ صوبہ سرحد ۲۰۰۶ء۔(بحوالہ: پروفیسر ڈاکٹر سیّد جاوید اقبال شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی نے ''حیات نامے'' کے عنوان سے پاکستانی جامعات سے وابستہ اساتذۂ کرام کے کوائف جمع کیے ہیں راقم کو یہ کوائف ڈاکٹر صاحب ہی نے فراہم کیے ہیں۔

۳۰۔ ڈاکٹر ذاکر حسین تقسیم کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر بنے ۱۹۵۷ء میں بہار اسٹیٹ کے گورنر اور ۱۹۶۷ء کے انتخاب میں انڈیا کے صدر منتخب ہوئے۔(بحوالہ: اردو انسائیکلو پیڈیا، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۷۰۶۔)

۳۱۔ گنج ہائے گراں مایہ: رشید احمد صدیقی، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۶۴ء، صفحات ۱۷۱۔

۳۲۔ نظیر صدیقی کی پہلی تنقیدی کتاب جو ۱۹۶۲ء میں، پاک کتاب گھر، ڈھاکہ سے شائع ہوئی۔

۳۳۔ مہر الٰہی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لائبریری سے متعلق رہے، ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہے ہیں۔تفصیل کے لیے دیکھیے: انشائے لطیف جلد سوم مرتبہ: ڈاکٹر عارف محمود ثاقب، ص ۵۔

۳۴۔ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۳۳۔

۳۵۔ افسر ماہ پوری: کا اصل نام ظہیر عالم صدیقی ہے، قلمی نام افسر ماہ پوری اور تخلص ''افسر'' ہے یکم دسمبر ۱۹۱۸ء کو موضع ماہ پور ضلع چھپرا' صوبۂ بھارت میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں فرید پور سے حاصل کی۔''۱۹۳۸ء'' میں کلکتہ یونیورسٹی سے پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے میٹرک کیا۔میٹرک کرنے کے بعد ہی بنگال سیکریٹریٹ (رائٹرس بلڈنگ) میں ملازم ہو گئے۔یہ ملازمت سقوطِ ڈھاکہ ۱۹۷۴ء کے بعد ختم ہو گئی۔اور آپ اپنے خاندان کو لے کر کراچی آ گئے۔افسر ماہ پوری نے شعر و ادب کی کئی جہتوں میں اپنا تخلیقی اظہار کیا۔رومانی افسانے لکھے، اردو، انگریزی میں تنقیدی مضامین لکھے۔نظمیں لکھیں، اور غزلیں لکھیں۔ان کی تصانیف میں ا۔غبار ماہ غزلوں کا مجموعہ، ۲۔نگار ماہ نظمیں، ۳۔جام کوثر، ۴۔طور سے حرا تک (حمد و نعت) اور قاضی نذر الاسلام کی اسلامی نظموں کے منظوم تراجم وغیرہ شامل ہیں۔۵ر فروری ۱۹۹۵ء کو افسر ماہ پوری ملکِ عدم کو رخصت ہو گئے۔(بحوالہ: احمد حسین صدیقی مرتب، دبستانوں کا دبستان کراچی، جلد دوم۔اگست ۲۰۰۵ء ص ۷۷۔۷۸۔مستفاد)

۳۶۔ انتظار حسین (پ: ۱۹۲۵ء) ملک کے نامور ادیب، افسانہ نگار، ناول نگار، ان کے افسانے اور ناول علامت نگاری کی وجہ سے ایک مخصوص ذہنی سطح کے قارئین میں بہت مقبول ہیں ''چاند گرہن''، ''بستی''، ''دن اور داستان اور ''تذکرہ'' قابل ذکر ناول ہیں۔

۳۷ اجتبیٰ رضوی شاعر تھے، مرحوم نظیر صدیقی نے اُن کی شاعری کے بارے میں مضمون لکھا تھا۔
(بحوالہ: لطیف الزماں خاں بذریعہ خط ۵/نومبر ۲۰۱۲ء)

۳۸ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ: (پ ۱۱/فروری ۱۹۳۱ء) بھارت کے نامور محقق، اور نقاد۔

۳۹ ممتاز دانشور، ادیب اور صحافی الطاف گوہر صدر پاکستان ایوب خان کے دورِ حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔

۴۰ قاضی صاحب ایک سیاسی جماعت کے امیر تھے۔ (بحوالہ: لطیف الزماں خاں سے بذریعہ خط ۵/نومبر ۲۰۱۲ء)

۴۱ مرحوم حکیم محمد سعید صاحب ممتاز دانشور، ماہر تعلیم، ماہر طبیب، ہمدرد یونیورسٹی کراچی کے بانی جنھیں کراچی میں شہید کر دیا گیا۔

۴۲ رابندر ناتھ ٹیگور (۱۹۴۱ء-۱۹۶۱ء) بنگالی زبان کے مشہور شاعر کلکتہ میں پیدا ہوئے۔ قانون کی تعلیم انگلستان میں حاصل کی۔ اپنی بنگالی تحریروں کا انگریزی میں ترجمہ کیا جس کے بعد ان کی مقبولیت ہندوستان سے نکل کر دنیا کے دوسرے ممالک تک پھیل گئی۔ ۱۹۱۳ء میں انھیں ادب کا نوبل انعام ملا۔ ۱۹۳۰ء میں ''انسان کا مذہب'' کے عنوان پر لندن میں کئی بلند پایہ خطبات دیے جو بعد میں کتابی صورت میں شائع ہوئے۔ تین ہزار گیت مختلف دھنوں میں ترتیب دیے بے شمار نظمیں لکھیں مختصر افسانے اور چند ڈرامے بھی لکھے۔ (بحوالہ: اردو انسائیکلو پیڈیا، فیروز سنز لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۴۰۱۶)

۴۳ مرحوم ڈاکٹر ظہور احمد اعوان، صدر شعبۂ اُردو پشاور یونیورسٹی نے یہ سفر نامہ لکھا تھا (ملاحظہ کیجیے ''انشائے لطیف'' جلد دوم مرتبہ: ڈاکٹر عارف ثاقب)

۴۴ ''عزیزانِ علی گڑھ'' رشید احمد صدیقی کا خطبہ کتابی شکل میں لطیف الزماں خاں نے شائع کیا۔

۴۵ آل احمد سرور (پ: ۹/ستمبر ۱۹۱۱ء م: ۹/فروری ۲۰۰۲) معلم، محقق اور شاعر، آگرہ اور علی گڑھ یونیورسٹی میں تعلیم پائی اور مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو میں لیکچرر رہے وہاں سے لکھنؤ یونیورسٹی چلے گئے اور پھر علی گڑھ یونیورسٹی واپس آ گئے۔ رشید احمد صدیقی کے ریٹائر ہونے کے بعد صدر شعبۂ اردو مقرر ہوئے۔
تصانیف: اقبال کے مطالعے کے تناظرات، اقبال اور تصوف، اقبال اور مغرب، شخص کی تلاش کا مسئلہ اور اقبال، اقبال اور اردو نظم، دانش اور اقبال وغیرہ۔ (بحوالہ: اردو انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز لاہور، ۱۹۶۸ء ص ۳۲)

۴۶ اُسلوب احمد انصاری: (پ: ۱۹۲۵ء) نامور نقاد اور ادیب، طویل عرصے تک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں انگریزی زبان و ادب کے استاد رہے اور صدر شعبۂ اردو رہے شش ماہی تنقیدی مجلّے ''نقد و نظر'' کے مدیر بھی رہے۔ تصانیف ''ادب اور تنقید''، ''نقش اقبال''، ''اقبال: حروف معنی''، ''نقشِ غالب''، ''آئینہ خانے میں اقبال'' (منتخب غزلیں اور نظمیں)۔ (بحوالہ: مکاتیب مشفق خواجہ بنام رفیع الدین ہاشمی۔ ادارۂ مطبوعات سلیمان لاہور، فروری ۲۰۰۸ء، ص ۹۸۔)

۴۷ خطبات رشید احمد صدیقی مرتب: لطیف الزماں خاں کے دیباچے کا عنوان ''آئینہ کیوں نہ دوں'' (بحوالہ: لطیف الزماں خاں بذریعہ خط ۵/نومبر ۲۰۱۲ء)

۴۸؎ مسعود حسین خاں: شعبۂ اُردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے وابستہ تھے، انتقال ہو گیا۔(بحوالہ: لطیف الزماں خاں بذریعہ خط ۵؍نومبر ۲۰۱۲ء)

۴۹؎ سحر انصاری: (پ ۲۷؍اپریل ۱۹۴۱ء اورنگ آباد) سحر انصاری تخلص اور اصل نام انور مقبول انصاری ساتویں جماعت تک اورنگ آباد میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۵۰ء میں والدین کے ساتھ کراچی آ گئے اور آٹھویں جماعت مقبول عام اسکول بہادر آباد سے پاس کی۔ ۱۹۵۸ء میں گورنمنٹ کالج ناظم آباد سے بی ایس سی کرنے کے بعد جامعہ کراچی سے انگریزی ادب، اردو ادب اور لسانیات میں ایم۔اے کی اسناد حاصل کیں۔ تعلیم سے فارغ ہو کر درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے۔ پہلے جامعہ بلوچستان میں خدمات انجام دیں پھر کراچی یونیورسٹی سے منسلک ہو گئے۔ درس و تدریس کے علاوہ ایک سال تک ہفت روزہ ''نئی جمہوریت'' کراچی کے مدیر رہے۔ یہاں کے بعد برٹش ہائی کمیشن کے شعبۂ اطلاعات میں بہ حیثیت افسر اطلاعات ملازمت اختیار کی اور یہ ملازمت ۱۰ سال تک جاری رہی۔
سحر انصاری نے ۱۱ سال کی عمر میں شعر موزوں کرنا شروع کیا۔ انھوں نے اپنی زندگی کا پہلا کلام پندرہ سال کی عمر میں ایک طرحی مشاعرہ میں پڑھا۔ یہ مشاعرہ بزم خیال ادبی انجمن ناظم آباد کے تحت ہوا تھا۔ شاعری میں جالب مراد آبادی کے شاگرد ہیں۔(بحوالہ: احمد حسین صدیقی مرتب، دبستانوں کا دبستان، کراچی، حصہ اوّل احمد حسین اکیڈمی، کراچی ۲۰۰۳ء، ص ۲۰۶۔۲۰۷ ملخصاً)

۵۰؎ لطیف الزماں خاں کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں جن کی شادیوں کے فرض سے سبک دوش ہو چکے ہیں سب سے بڑی بیٹی مہ جبیں ڈاکٹر ہیں۔ جو مدینۃ الحکمت یونیورسٹی کراچی میں مستقبل کے ڈاکٹروں کو پڑھاتی ہیں ان سے چھوٹا بیٹا انیس الزماں خاں بھی ڈاکٹر ہے جن کا مستقل قیام ملتان میں ہے ان سے چھوٹی ''لالہ رُخ'' نے گریجویشن کیا ہے مصوری کا شوق رکھتی ہیں اور کراچی میں کامیاب ازدواجی زندگی گزار رہی ہیں اُن سے چھوٹا بیٹا تنویر الزماں خاں بھی کراچی میں مقیم ہے اور تجارت پیشہ ہیں۔(بحوالہ: نادر ذخیرہ غالبیات، مرتبہ فرخ ذبیح، شعبۂ اردو بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، ص ۲۲)

۵۱؎ مرحومہ قمر النساء، ۵ اور ۶؍دسمبر ۱۹۹۰ء کی درمیانی شب ایک بج کر بیس منٹ پر انتقال ہوا۔(بحوالہ: لطیف الزماں خاں بذریعہ خط ۵؍نومبر ۲۰۱۲ء)

۵۲؎ خورشید مصطفےٰ رضوی: اُردو کے استاد اور شاعر ہیں سرگودھا میں رہائش پذیر ہیں۔(بحوالہ: لطیف الزماں خاں بذریعہ خط ۵؍نومبر ۲۰۱۲ء)

۵۳؎ بیگم نظیر صدیقی۔

۵۴؎ یہ ڈاکٹر قاضی عبدالستار صاحب ہیں سابق صدر شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

۵۵؎ خطباتِ رشید احمد صدیقی پر نظیر صدیقی نے تبصرہ لکھا تھا۔
(بحوالہ: لطیف الزماں خاں سے بذریعہ خط ۵؍نومبر ۲۰۱۲ء)

۵۶؎ اقبال رشید: رشید احمد صدیقی کے سب سے بڑے صاحب زادے اقبال رشید صدیقی۔ ان کا نام علامہ اقبال نے

تجویز کیا تھا جب علامہ اقبال علی گڑھ تشریف لائے تو رشید صاحب نے بچے (اقبال رشید) کو گود میں دیا اور نام رکھنے کی فرمائش کی علامہ نے فرمایا: ''صدیقی صاحب ''اقبال'' رکھ دو اور صدیقی بڑھا دینا۔ اسی طرح ان کا نام اقبال رشید صدیقی ہوا۔ اقبال رشید صدیقی دسمبر ۱۹۷۱ء سے پہلے مشرقی پاکستان کی کسی بڑی فرم کے جنرل منیجر تھے پھر کراچی میں اپنی فرم قائم کی شادی یو پی میں ہوئی۔ آپ کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔ (بحوالہ: ''آپ بیتی رشید احمد صدیقی'' مرتب: ڈاکٹر معین الرحمٰن، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۳۵۔)

۵۷ رشید احمد صدیقی: پرائمری تعلیم مریاہو جون پور سے ۱۹۰۹ء میں جب کہ انٹرنیس گورنمنٹ ہائی اسکول، جون پور سے ۱۹۱۴ء میں اور انٹرمیڈیٹ ایم۔اے۔او کالج، علی گڑھ، الٰہ آباد یونیورسٹی سے ۱۹۱۷ء میں پاس کیا۔ ۱۹۱۹ء میں علی گڑھ کالج سے بی۔اے اور ۱۹۱۵ء ایم۔اے (فارسی) کی اسناد حاصل کیں۔ عدالت دیوانی جون پور میں کلرکی کی۔ ۱۹۲۱ء میں ہی عارضی تقرر بحیثیت (اُردو مولوی) انٹرمیڈیٹ کالج، علی گڑھ اس کے بعد ۱۵/دسمبر ۱۹۲۱ء کو عارضی تقرر بحیثیت لیکچرر، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہوئے اور ۱۹۲۶ء میں مستقل لیکچرر کی حیثیت سے درس وتدریس کے فرائض انجام دینے لگے۔ ۱۹۳۵ء میں ریڈر اور صدر شعبۂ اردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ اور ۱۹۵۴ء تا ۳۰/اپریل ۱۹۵۸ء تک پروفیسر اور صدر شعبۂ اُردو، مسلم یونیورسٹی رہے اور ۱۹۶۶ء تا ۱۹۷۲ء شیخ الجامعہ، جامعہ اُردو، علی گڑھ ہوئے، ۱۹۷۶ء میں ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ نے عطا کی۔ رشید صاحب کی صحت عمر کے کسی حصے میں بھی قابل رشک نہیں رہی مدتوں انھیں گردے کی تکلیف رہی اور ۱۵/جنوری ۱۹۷۷ء کو انتقال ہوا۔
تصانیف: طنزیات ومضحکات، طبع دوم، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۶۶ء، سرود بستان (مقدمہ باقیاتِ فانی) مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ ۱۹۲۷ء۔ خنداں: مکتبہ جامعۂ نئی دہلی، ۱۹۴۰ء۔ مضامین رشید: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی ۱۹۴۱ء۔ سہیل کی سرگزشت: نفیس اکیڈمی، حیدر آباد دکن ۱۹۴۷ء۔ گنج ہائے گراں مایہ: آئینہ ادب لاہور، ۱۹۶۲ء۔ ہم نفسانِ رفتہ۔ آئینہ ادب، لاہور، ۱۹۶۵ء۔ شیخ نیازی: سرسیّد بک ڈپو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۶۳ء۔ ذاکر صاحب: کتابی دنیا لمیٹڈ دہلی، سنہ ندارد۔ ہمارے ذاکر صاحب: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی۔ ۱۹۷۳ء۔ آشفتہ بیانی میری: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۶۲ء جدید غزل، سرسیّد بک ڈپو، ۱۹۵۵ء۔ غالب کی شخصیت اور شاعری: شعبۂ اُردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی ۱۹۷۰ء۔ اقبال شخصیت اور شاعری: اقبال اکادمی پاکستان، کراچی، ۱۹۷۶ء۔ نقش ہائے رنگ رنگ: مرتبہ نظیر صدیقی، کاروانِ ادب، ملتان، ۱۹۷۷ء۔ (بحوالہ: آپ بیتی ''رشید احمد صدیقی'' مرتبہ ڈاکٹر معین الرحمٰن، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۲۷ تا ۴۴ ملخصاً)

۵۸ غالب نکتہ داں: اس کتاب میں رشید احمد صدیقی کے غالب پر لکھے گئے تمام مضامین کو یک جا کر دیا گیا ہے اس کے مرتبین مہر الٰہی ندیم (علیگ) اور لطیف الزماں خاں ہیں۔

۵۹ ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۹۔

۶۰ خلیل الرحمٰن اعظمی: (پ: ۱۹۲۷ء م: ۱۹۷۸ء) ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں ''سیدھا سلطان پور'' کے ایک متوسط مگر علمی اعتبار سے ممتاز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولانا محمد شفیع تھا جو اپنے زمانے کے جید عالم دین

تھے۔ان کے نام کے ساتھ مسلمانان اعظم گڑھ کی تاریخ وابستہ ہے۔علمِ دین کے علاوہ شعروادب سے بھی خاصی دل چسپی تھی۔خلیل الرحمٰن اعظمی اپنے چاروں حقیقی بھائیوں میں سے چھوٹے تھے۔بڑے بھائی عزیز الرحمٰن صاحب طرز انشا پرداز اور صاف ستھرے ادبی ذوق کے مالک تھے۔انھوں نے ایک رسالہ ''کونین'' بھی جاری کیا۔اور حکیم گورکھ پوری کے اخبار ''مشرق'' کے مدیر کی حیثیت سے بھی کام کیا۔اسی علمی وادبی ماحول میں اعظمی صاحب کی پرورش ہوئی۔قرآن کی تعلیم گاؤں ہی میں حاصل کی۔پھر ''بنیا پارہ'' کے مدرسے سے درجہ چہارم تک تعلیم حاصل کی۔سرائے میر مڈل اسکول سے مڈل اور شبلی کالج ،اعظم گڑھ سے میٹرک پاس کیا۔علی گڑھ سے بی۔اے اور ایم۔اے کرنے کے بعد۱۹۵۳ء میں بہ حیثیت لیکچرر شعبۂ اردو علی گڑھ یونیورسٹی میں ان کا تقرر ہوا۔۱۹۵۷ء میں تحقیقی مقالے ''اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک'' پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے پی ایچ۔ڈی کی ڈگری ملی جس کو ۱۹۷۲ء میں انجمن ترقی اردو (ہند) نے کتابی صورت میں شائع کیا۔(مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مہتاب حیدر نقوی مرتب: ''خلیل الرحمٰن اعظمی'' ساہتیہ اکادمی دہلی ،۲۰۰۱ء ص ۷ تا ۲۰ ملخصاً)

۶۱۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار: (پ: ۴رفروری ۱۹۳۴ء) والد کا نام حامد رضا خان تھا۔آپ نے ایم۔اے اردو علوم اسلامیہ میں کیا اس کے بعد پی ایچ۔ڈی اور ایل ایل بی کیا مختلف لائبریریوں سے وابستہ رہے اور آخر میں خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری کے ڈائریکٹر ہوئے لائبریری امور کے سلسلے میں ہی پاکستان ،ایران ،ترکی ،سعودی عرب ، دبئی ،مصر اور روس وغیرہ کا سفر کیا۔کئی کتابوں کے مصنف اور مؤلف ہیں ا۔''آزاد: ایک عظیم صحافی'' (۱۹۲۴ء)، ۲۔''نثر کا حسن''۔میرے عہد کے صاحب طرز نثر نگار (۱۹۶۸ء)،۳۔''متاع فقیر ڈاکٹر ذاکر الرحمٰن کے حالات و خدمات (۱۹۶۹ء)،۴۔غالبیاتِ نو (۱۹۶۹ء)،۵۔''غالب کی عظمت'' ۱۹۶۹ء)،۶۔''اردو کے اہم ادبی رسالے اور اخبار'' (۱۹۶۹ء)،۷۔''قومی تہذیب اور ہندوستانی مسلمان۔دو نظریے'' (۱۹۶۹ء)،۸۔''نئے اور پرانے چراغ'' (۱۹۶۹ء)،۹۔''نواب یوسف علی خان ناظم'' (۱۹۷۰ء)،۱۰۔''ہندوستانی مسلمان کے ریفارم کے مسائل'' (۱۹۷۰ء،۱۱۔''مثنوی تصویر محبت'' (داستان رام چندر) وغیرہم (بحوالہ: تاریخ ادب اردو (ابتدا سے ۲۰۰۰ء تک) جلد دوم مرتبہ: وہاب اشرفی ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس ،دہلی ۲۰۰۷ء ،ص ۱۰۸۴۔

۶۲۔ رشید احمد صدیقی کے نام مضامین جو تاریخی ترتیب سے نو جلدوں میں شائع ہوئے۔

۶۳۔ ورود مسعود ،مرحوم ڈاکٹر مسعود حسن خان کی آپ بیتی۔

۶۴۔ سلیمان اطہر جاوید نے رشید احمد صدیقی صاحب پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔(بحوالہ: لطیف الزماں خاں بذریعہ خط ۵رنومبر ۲۰۱۲ء)

۶۵۔ مختار مسعود: (پ: ۱۵دسمبر ۱۹۲۶ء سیالکوٹ) صاحب اُسلوب نثر نگار ،اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ،رہے۔اردو تصانیف ،آوازِ دوست ،سفر نصیب اور لوحِ ایام' چند انگریزی تصانیف بھی یادگار چھوڑی ہیں۔پروفیسر شیخ عطاء اللہ کے فرزند ارجمند ہیں۔(بحوالہ: مکتوبات مشفق خواجہ بنام نظیر صدیقی ،مرتبہ: خواجہ عبدالرحمٰن طارق ادارۂ مطبوعات سلیمانی لاہور ،ص ۳۱۴۔)

۶۶۔ ڈاکٹر وحید قریشی: (پ:۱۴رفروری ۱۹۲۵ء، گوجرانوالہ، م:۸رنومبر ۲۰۰۹ء لاہور) مؤرخ، محقق، نقاد، شاعر، فارسی کے جید عالم تدوین میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ تدریس سے سبکدوش ہونے کے بعد "مقتدرہ قومی زبان" اسلام آباد، اقبال اکادمی، کراچی، لاہور اور بزمِ اقبال کے سربراہ رہے۔ مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، لاہور کے سیکریٹری اور ماہ نامہ "مخزن" لاہور کے اعزازی مدیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔

۶۷۔ بشریٰ باسط گورنمنٹ کالج لاہور شعبۂ اردو کی طالبہ تھی اس نے "ادا جعفری شخصیت و شاعری" کے عنوان سے ایم۔ اے کی سطح پر مقالہ لکھا بعد میں امریکہ چلی گئیں۔

۶۸۔ عبدالرحمٰن بجنوری: (پ:۷جون ۱۸۸۵ء م:۷نومبر ۱۹۱۸ء) دیوان غالب کے مقدمے "محاسن کلام غالب" سے شہرت پائی اسی مقدمہ کے باعث آپ ممتاز غالب شناسوں میں شمار کیے جانے لگے گوکہ آپ شاعر بھی تھے اور نثر نگار بھی لیکن کوتاہ قلم تھے اس لیے انھوں نے اپنے بعد بہت زیادہ تحریریں یادگار نہیں چھوڑیں۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو "باقیاتِ بجنوری" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی گئی جس میں ان کے چند مضامین کچھ نظمیں اور خطوط ملتے ہیں رشید احمد صدیقی نے اس کتاب کا تعارف تحریر کیا تھا۔ (بحوالہ: ارم سلیم، اردو میں مقدمہ نگاری کی روایت، سنگ میل پبلیکشنز لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۲۲۶۔)

۶۹۔ خواجہ منظور صاحب: (پ:۲۱رمئی ۱۹۰۴ء دہلی م:۲۰راگست ۱۹۸۶ء لاہور) ممتاز ماہر تعلیم، انگریزی زبان وادب کے استاد "اردو زبان وادب و تاریخ" کے مصنف، محقق، نقاد، صدر شعبۂ اردو و انگریزی گورنمنٹ کالج لاہور، پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور (۱۹۵۴ء، ۵۵ء، ۵۸ء، ۵۹ء) سیکریٹری پاکستان انٹر یونیورسٹی بورڈ (۱۹۵۹ء۔۶۹ء) کتب: اردو شاعری میں جدوجہد آزادی بہ طور موضوع سخن"، "اقبال اور بعض دوسرے شاعر" اردو کا خارجی روپ بہروپ۔ (بحوالہ: ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ مرتب: وفیات ناموران پاکستان، اردو سائنس بورڈ لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۸۵۴۔)

۷۰۔ رشید حسن خاں: ۱۹۲۵ء۔۲۰۰۶ء) کا شمار اُردو کے سربرآوردہ اور چوٹی کے محققین میں ہوتا ہے۔ آپ ایک بلند پایہ نقاد اور ماہر لغت واملا تھے۔ آپ کی تعلیم رسمی و معمولی تھی مگر ذاتی مطالعے اور اپنی ذہانت اور محنت کے بل بوتے پر انھوں نے کلاسیکی ادب کی متعدد کتابیں مثلاً "باغ و بہار"، "فسانۂ عجائب"، "مثنوی سحر البیان"، "مثنوی گلزار نسیم"، "کلام میر جعفر زٹلی"، مثالی انداز میں مدون کیں۔ "اردو املا" یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک سیر حاصل اور بے مثل تحقیق ہے "زبان وقواعد" میں صحتِ زبان سے بحث کی گئی ہے انھوں نے طلبہ وطالبات کی رہ نمائی کے لیے تین مختصر کتابیں تیار کیں ("اردو کیسے لکھیں"، "انشا اور تلفظ"، "عبارت کیسے لکھیں")

رشید حسن خان نے تحقیق وتدوین کی عملی مثالوں کے ساتھ ان کے اصول وقواعد اور ضابطوں پر بھی قلم اٹھایا ہے (ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ) ان کا کام نظری و عملی تحقیق میں تطابق کی ایک عمدہ مثال ہے۔ اس کے ساتھ وہ ایک شگفتہ قلم نقاد بھی تھے۔ "تلاش وتعبیر" اور "تفہیم" ان کی اعلیٰ درجے کی تنقیدی بصیرت کے یادگار نمونے ہیں۔ (بحوالہ: رشید حسن خان اردو تحقیق کا رجل رشید، پروفیسر رفیع الدین ہاشمی مشمولہ "اخبار اردو" شمارہ مئی ۲۰۰۶ء، ص ۳۹۔۳۰)

۱ے ٹھگوں کی زبان کی لغت (مصطلحاتِ ٹھگی) اس کے مصنف علی اکبرآ بادی اور مرتب رشید حسن خان ہیں۔ یہ لغت دارالنوادر، لاہور سے ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی صفحات ۲۵۱۔

۲ے ڈاکٹر نثار احمد فاروقی: ۲۹ جون ۱۹۳۶ء کو امروہہ میں پیدا ہوئے والد کا نام تسلیم احمد فاروقی تھا۔ نثار احمد فاروقی نے عربی زبان و ادب سے ۱۹۶۴ء میں ایم۔اے کرنے کے بعد ۱۹۷۷ء میں Muslim Histography پر مقالہ لکھ کر دہلی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، شعبۂ عربی دہلی یونیورسٹی سے وابستہ ہوئے، ۱۹۸۴ء تا ۱۹۸۶ء صدر شعبہ رہے۔ ۲۰۰۱ء میں وظیفے پر سبک دوش ہوئے۔ نثار احمد فاروقی عربی اور اسلامیات کے جید عالم تھے اردو ادب اور شاعری پر بھی گہری نظر تھی ان موضوعات پر تقریباً (۵۳) سے زیادہ کتابیں شائع ہوئیں جن میں سے چند یہ ہیں۔ ۱۔ عالم بشریت کے لیے سیرتِ طیبہ کی اہمیت، ۲۔ ''چشتی تعلیمات اور عصر حاضر میں ان کی معنویت''، ۳۔ دراسات (تحقیقی مقالے) ''تلاش میر''، ''تلاش غالب'' ان کے علاوہ عربی اور فارسی اور اردو کی کئی کتابیں مرتب کیں، عربی اور فارسی سے چند کتابوں کے ترجمے بھی کیے۔ ان کے علاوہ کئی معیاری جرائد میں ان کے تحقیقی مقالے شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۹۸۵ء میں ان کی علمی خدمات کے اعتراف میں پریزیڈنٹ آف انڈیا کا سرٹیفکیٹ آف آنر عطا ہوا۔ آپ کا انتقال ۲۸ نومبر ۲۰۰۴ء کو ہوا۔ (بحوالہ: ''گوشۂ تعزیت'' ماہ نامہ ''سب رس'' دسمبر ۲۰۰۴ء ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن، انڈیا، ص ۳)۔

۳ے ریاض الرحمٰن صاحب نظیر صدیقی کے دوست تھے۔

فہرستِ اسنادِ محولہ:

۱۔ ارم سلیم (مرتب: ۱۹۸۸ء) ''اردو میں مقدمہ نگاری کی روایت''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

۲۔ اشرفی، وہاب (مرتب: ۲۰۰۷ء) ''تاریخ ادب اُردو، ابتدا سے ۲۰۰۰ء تک'' جلد دوم، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔ دہلی۔

۳۔ ثاقب، عارف محمود (مرتب: ۲۰۱۱ء) ''انشائے لطیف'' (خطوط لطیف الزماں خاں) آرٹس فورم، ملتان۔

۴۔ خان، رشید حسن (مرتب: ۲۰۰۵ء) ''مصطلحاتِ ٹھگی'' از علی اکبرالہ آبادی، دارالنوادر، لاہور۔

۵۔ خواجہ، طارق، عبدالرحمٰن (مرتب: ۲۰۱۰ء) ''مکتوبات مشفق خواجہ بنام نظیر صدیقی'' ادارہ مطبوعاتِ سلیمانی، لاہور۔

۶۔ ذبیح، فرخ (مرتب: ۲۰۰۳ء) ''نادر ذخیرۂ غالبیات'' شعبۂ اُردو بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

۷۔ سلیح، منیر احمد (مرتب: ۲۰۰۶ء) ''وفیات ناموران پاکستان''، اُردو سائنس بورڈ، لاہور۔

۸۔ صدیقی، احمد حسین (مرتب: ۲۰۰۳ء) ''دبستانوں کا دبستان''، کراچی۔ حصہ اوّل، محمد حسین اکیڈمی، کراچی۔

۹۔ صدیقی، نظیر (مرتب: ۱۹۷۷ء) ''نقش ہائے رنگ رنگ''، کاروانِ ادب ملتان۔

۱۰۔ صدیقی، نظیر (مرتب: ۱۹۸۲ء) ''شیرازۂ خیال'' کاروانِ ادب، ملتان

۱۱۔ معین الرحمٰن (مرتب: ۱۹۸۳ء) ''آپ بیتی رشید احمد صدیقی''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

۱۲۔ نارنگ، گوپی چند/ اعظمی، عبداللطیف (مرتبین: ۱۹۹۶ء) ''ہندوستان کے اُردو مصنفین اور شعرا'' اُردو اکادمی، دہلی۔

۱۳۔ ندیم، مہر الٰہی / خان لطیف الزماں (مرتبین: ۱۹۹۳) ''خطوط رشید احمد صدیقی''، رائل بک کمپنی، کراچی۔

۱۴۔ نیر، ناصر عباس (مرتب:۲۰۰۳ء) معمار ادب ''نظیر صدیقی''، راول پنڈی۔
۱۵۔ ہاشمی، رفیع الدین (مرتب:۲۰۰۸ء) مکاتیب مشفق خواجہ بنام رفیع الدین ہاشمی''، مطبوعات سلیمانی، لاہور۔
۱۶۔ اُردو انسائیکلوپیڈیا (۱۹۶۸ء) فیروز سنز۔لاہور۔

غیر مطبوعہ مقالے:

۱۔ خان، رشید احمد (۲۰۱۲ء) مقالہ برائے ایم۔فل اُردو، ''مشاہیر سندھ کے نام ڈاکٹر معین الرحمٰن کے خطوط''، شعبہ اُردو یونیورسٹی آف ایسٹ، حیدرآباد، سندھ۔
۲۔ سرفراز احمد (۲۰۰۶ء) مقالہ برائے پی ایچ ڈی اُردو''محمد طفیل حیات و خدمات''شعبۂ اُردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

رسائل و جرائد:

۱۔ ماہ نامہ''اخبارِ اُردو''(۲۰۰۶ء) شمارہ مئی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد۔
۲۔ شعبہ جاتی مجلّہ''تحقیق''(۲۰۰۸ء) شمارہ ۱۶، سندھ یونیورسٹی، جام شورو۔
۳۔ ماہ نامہ''سب رس''(۲۰۰۴ء) شمارہ دسمبر، حیدرآباد، دکن۔
۴۔ ماہ نامہ''شاعر''(۱۹۸۰ء) خلیل الرحمٰن اعظمی نمبر، بمبئی۔
۵۔ ماہ نامہ''قومی زبان''(۲۰۰۶ء) شمارہ فروری، انجمن ترقی اردو، کراچی۔
۶۔ روز نامہ''جنگ''(۱۳؍فروری ۲۰۱۱ء)، کراچی۔